

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

جماعت کی تعمیر صرف جذبات اور جوش و خروش سے نہیں ہوتی

جماعت کی تعمیر صرف جذبات، جوش و خروش اور ہنگاموں سے نہیں ہوتی، بلکہ کسی مقصد کے ساتھ عشق کی سی وابستگی اور اس کے حصول کی راہ میں جان و مال و عزت ہر چیز کی قربانی کا حوصلہ ہونا چاہئے اور اس راہ میں موانع کی جو شکلیں پیش آئیں، ان کے ازالہ اور برداشت میں صبر و ضبط، عزیمت و استقلال، حصول مقصد کے بعد اس حاصل شدہ مقصد کی بقا کے لئے اخلاق کی بلندی، عیش و آرام کی زندگی سے پرہیز، مال و دولت اور جاہ و عزت کی حرص و محبت سے آزادی، مختلف عناصر کے مختلف افراد کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ، مقصد کی بقا کو ہر ذاتی منفعیت اور ہر شخصی فائدہ مندی سے برتر جاننا اور رکھنا، اسی کے لئے جینا اور اسی کے لئے مرنا جب تک کسی جماعت کے افراد میں اکثریت اور اعلیٰیت کے ساتھ یہ اوصاف پیدا نہ ہوں گے اول تو کوئی جماعتی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور ہو بھی جائے تو وہ باقی نہیں رہ سکتا۔

جب تک ہمارا مقصد صرف اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اقامت دین نہ ہوگا اور اسی کے لیے روٹھنا، مٹنا، مرنا اور جینا نہ ہوگا ہم اسی طرح ممبریوں، وزارتوں اور لیڈریوں کے لئے آپس میں لڑتے، مرتے اور کلتے رہیں گے، کیونکہ ہم نے اپنا مقصد نہیں شخصی اعزازات اور اسی جاہ و منصب کے حصول کو بنا رکھا ہے اور اسی کا نام ہم نے اسلامی ترقی رکھ چھوڑا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی

فی شمارہ - 12/- Rs.

سالانہ ذر تعاون - 250/-

۲۵ مارچ ۲۰۱۰ء

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 47 Issue No. 9

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
10-March, 2010

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers

Near Odeon Cinema, Lucknow

Phone: Shop. 0522-2274806
@ 0522-2616731

محمد اکرم جویلیئرس

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

سنا جویلیئرس

Riyaz Ahmad

Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۵۷ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلیئرس
ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ، بدوہد اللہ: محمد اسلم

Haji Safiullah Jewellers

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

ایم۔ کے۔ ملک
Quda Chuning
Dona, Test And Making
DEWOTERY
قبا اونگ
مینیوٹیکس چھرس

ٹیرس اونگ - ونڈا اونگ = ڈوم اونگ
فکس اونگ - لان اونگ - ڈیموڈینٹ

سل کراسنگ گوری بازار، سروجنی نگر کاشپور روڈ لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات

روشنیات، عریقات، گول پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشز،
ظہار سن پرفیوم، روح گلاب، روح کیڑہ، عرق گلاب،
عرق کیڑہ، اکریجی، ہیرل پروڈکٹ

ایک مرتبہ شریف لاکر خدمت کا موقع دیں

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
برانچ: C-3 Jangath Market, Hazratganj

IZHARSON PERFUMERS

H.O. Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel: 0522-225257 Mobile: +91-9415009102
Branch: C-3 Jangath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell: 91-9415784932
E-mail: izharsonperfumers@yahoo.com

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published by Athar Husain

On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph.0522-2614685

اس شمارے میں

شعروادب

۲ اخوت کا بیاباں ہو جا... علامہ اقبال

اداریہ

۳ انسانیت موت کے دروازہ پر شمس الحق ندوی

حدیث دل

۵ خطبہ صدارت... حضرت مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی

چشم کشا

۹ مسلم پرسنل لا اور مسلم ممالک حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

نشان راہ

۱۲ ندوۃ العلماء - تعلیم و تربیت... حضرت مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی

محسن انسانیت

۱۶ محمد رسول اللہ ﷺ پیغمبر... مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی

فقہ و فتاویٰ

۱۸ سوال و جواب مفتی محمد ظفر عالم ندوی

کتاب ہدایت...

۱۹ مریض کے حقوق خالد فیصل ندوی

خبر و نظر

۲۲ عالم اسلام محمد جاوید اختر ندوی

اعلامیہ

۲۳ اعلامیہ ایکسواں اجلاس.. ادارہ

رپورٹ

۲۶ ایکسواں اجلاس مسلم پرسنل لا بورڈ محمود حسن حسنی ندوی

روداد

۲۹ اجلاس بورڈ - چند جھلکیاں محمد جاوید اختر ندوی

تعمیر حیات

جلد نمبر ۲۷ شماره نمبر ۱۰

۲۵ مارچ ۲۰۱۰ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رفیع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(مستند مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

منجس مشاورت

• مولانا عبد اللہ حسنی ندوی • مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

• امین الدین شجاع الدین

سالانہ ذر تعاون ۲۵۰/- فی شماره ۱۲

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے ۵۰۰/-

ذرائع تعمیر حیات کے نام سے بانیوں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متعلق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے آراء اور تبصرے کے لیے کالی گھڑی سے آگے نہیں آئے گا۔ اگر آپ کا رد ہوا ہے۔ لکھنؤ کے دفتر سے ارسال کریں اور کسی نام نہاد پتے پر نہیں بھیجیں، اگر وہاں ایف اے نہیں ہوتی ہے۔ (شعبہ تعمیر حیات)

پندرہ ہفت روزہ تعمیر حیات نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد لکھنؤ سے طبع کر کے دفتر تعمیر حیات منجس سہافت ڈسٹریبیوٹرز، نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنا پالیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے



**GEHNA
PALACE**

Whenever you see
Jewellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

اخوت کا بیباں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

علامہ اقبالؒ

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجمان ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیباں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سز زندگی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

☆☆☆☆☆

انسانیت موت کے دروازہ پر

شمس الحق ندوی

لوگ کہتے ہیں کہ یورپ میں سارے بگاڑ و فساد کے باوجود عذابِ خداوندی کیوں نہیں نازل ہوتا؟ عذاب کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں خالق کائنات کی قدرت بے پایاں ہے، اس لیے عذاب بھی ایسی ایسی شکلوں میں آتا ہے، جس کو لوگ عذاب کی معروف شکلیں نہیں دیکھتے اور نہ بظاہر وہ عذاب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ بسا اوقات عذاب کی معروف شکلوں سے بھی زیادہ خوفناک و اذیت ناک ہوتا ہے، ایک شخص کو ہم تندرست و توانا دیکھتے ہیں نہ کہیں درد ہے نہ بخار لیکن وہ عجیب خوف و گھبراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے، مایوسی، خطرات و حوادث کے وساوس اس کو گھیرے رہتے ہیں۔

یورپ کا سماجی، معاشرتی اور خاندانی شیرازہ جس طرح منتشر ہو چکا ہے مرد و عورت دونوں ہی جس طرح تہائی و بے کسی محسوس کر رہے ہیں حتیٰ کہ انس و محبت جو فطرتِ انسانی میں داخل ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے کتوں کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کتابچے آقا کا و فادار ہوتا ہے حد یہ ہے کہ سیکورٹی اور جاسوسی کے لیے بھی کتوں ہی پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے انسانی محافظوں سے زیادہ کتوں کو درجہ دیا جاتا ہے اور ان ہی پر اعتماد کیا جاتا ہے، کیا کہا جائے گا اس تہذیب کو جس میں انسان انسان سے بھاگے اور خوف کھائے، لیکن کتوں سے محبت کرے جو جانوروں میں بھی سب سے ذلیل سمجھا جاتا ہے کیا یہ عذاب نہیں؟ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ انسان خاندان کی کھلتی کلیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس سے پیار و محبت کرتا ہے، اس کی طفلانہ اداؤں اور مصومانہ مسکراہٹ اس کے دل کی دنیا کو باغ و بہار بنا دیتی ہے۔

لیکن انسان جب ان کھلتی کلیوں کو مسل دیا کرے، توڑ کر پھینک دیا کرے تو کیا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہوگا؟ ذرا تصور و خیال کی دنیا میں اپنے سامنے ایک مصوم بچے کی تصویر لائیے بھولی بھولی موٹی سی صورت، مصوم سا چہرہ، خوبصورت آنکھیں، چھوٹے چھوٹے ہاتھ، ننھی ننھی انگلیاں وہ کچھ ڈرا اور خوف محسوس کرے تو ماں سے لپٹ جائے، باپ کے گلے میں بانٹیں ڈال کر اپنے کو محفوظ قلعہ میں محسوس کرے، لیکن یہی ماں باپ جب اس کو اس لیے قتل کر دیں کہ وہ ان کی رنگ ریلیوں میں حارج نہ ہو، یا اس لیے قتل کر دیں کہ ان کی غذا کا مسئلہ نہ پیدا ہو تو ایسے ماں باپ کو کیا کہا جائے گا، قتل یہی نہیں کہ چھری سے بچے کی گردن کاٹی جائے قتل یہ بھی ہے کہ ماں کے رحم ہی میں جب کہ بچہ ابھی اپنی جسمانی ساخت و بناوٹ کے مراحل سے گزر رہا ہے کسی بھی ذریعہ سے اس کو شتم یا خارج کر دیا جائے۔

کوئی صاحب عقل بتائے کہ آم کے باغ میں پھول آرزو ہے، باغ والا اس کی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے، ایک شخص جاتا ہے اور پھولوں کو جھاڑنا شروع کر دیتا ہے کیا باغ کا مالک اس پھول جھاڑنے والے کے ساتھ وہی معاملہ نہیں کرے گا جو آم توڑنے والے کے ساتھ کرتا ہے؟

یہ تو بات ہوئی ان نوزائیدوں یا رحم مادر میں وجود پانے والے بچوں کی جو بیوی اور شوہر کریں خواہ وہ کسی بھی مذہب یا ملکی عرف درواج کے مطابق ایک دوسرے سے جڑے ہوں، اس شادی والے رشتہ میں جڑے بغیر مرد و عورت کا باہمی ربط و ملاپ انسانی سوسائٹی میں بہر حال مضبوط ہی سمجھا جاتا ہے، اور فطری حیاء اور شرم، گھر، خاندان یا سوسائٹی میں رسوائی کا خوف، کچھ تو روک لگاتا ہے، لیکن اسقاطِ حمل کو عالمی پیمانے پر قانونی شکل دے کر اس بچی کی فطری حس کا بھی صفایا کر دینا اور انسانی پستی کے لیے چوپٹ دروازہ کھول دینا، کیا اس انسان کو جو اشرافِ مخلوقات ہے جس کی دیگر مخلوقات پر فرمانروائی ہے، خنزیر اور کتوں سے بھی نیچے گرا دینے کے مترادف نہ ہوگا جو ذلت و رسوائی کے لیے بطور مثال بیان کئے جاتے ہیں۔

مغرب یعنی سارا کا سارا یورپ اپنی سلگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے اس بے حیائی کے عذاب سے اس کا خاندانی اور عائلی نظام بری طرح شتم ہو چکا، وہ آوارہ جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گیا ہے لہذا چاہتا ہے کہ مشرق بھی اسی کی راہ پر چلے اس نے پوری دنیا کو خصوصاً مسلمانوں کو جن کے یہاں مذہبی

خطبہ صدارت

اکیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بتاریخ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء بروز جمعہ تا یکشنبہ بمقام ندوۃ العلماء، لکھنؤ (اتر پردیش)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی بورڈ کے سولہویں اجلاس (حیدرآباد، ۲۰۰۲ء) میں صدر منتخب ہوئے، اسکے بعد ان کے عہد صدارت میں مونگیر، بھوپال، مدراس اور کلکتہ میں چار اجلاس عام منعقد ہو چکے ہیں، ان خطبات کو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ نے ”مسلم پرسنل لا بورڈ۔ مزاج اور طریقہ کار“ کے نام سے شائع کر دیا ہے، بورڈ کے لکھنؤ اجلاس کا پانچواں خطبہ بدیع قارئین ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين و خاتم النبيين سيدنا محمد، و على آله و صحبه أجمعين، و بعد:

حضرات! بورڈ کا یہ جلسہ شہر لکھنؤ میں منعقد ہو رہا ہے، اس شہر کو اس کے ماضی کے دور میں ایک خاص تہذیبی صفت حاصل رہی ہے، جس کی شہرت دور دور تک رہی ہے، بات کرنے کا ایک خاص مہذب انداز اور ملاقات کا خاص تہذیبی طریقہ یہاں کا طرز رہا ہے، جو ”لکھنؤی تہذیب“ کے نام سے موسوم تھا، اب یہاں مختلف اطراف کے لوگوں کے آجانے کے بعد اس کی یہ خصوصیت تقریباً ختم ہو گئی۔

تہذیبی خصوصیت کے علاوہ یہاں کے عہد گذشتہ کے علماء نے علمی کاموں میں بڑی شہرت حاصل کی۔ فرنگی محل کے علماء کی شہرت ہندوستان سے باہر پاکستان تک پہنچی، اور ان کے تصنیفی فیض کے ذریعہ موجودہ عہد کے علم دینی کے مراکز اب بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ فرنگی محل کے علاوہ یہاں دارالعلوم ندوۃ

ہونے کے باوجود خیر امت ہونے کے تعلق سے وقیح اور مؤثر سطح کی کارگزاری کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور وہ اپنے معاملات کو اسی سطح سے حل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں، وہ اس ملک میں اقلیت میں ہونے کے باوجود تعداد کے لحاظ سے دنیا کے دیگر اکثر ملکوں کی پوری پوری تعداد سے زیادہ تعداد رکھتے ہیں۔ اس ملک میں ان کی تعداد چودہ کروڑ سے تیس کروڑ تک بتائی جاتی ہے، اور یہ ملک کے مختلف اور دور و قریب کے حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن ملک کی کل آبادی میں ان کی یہ تعداد ۱/۵ سے کم ہے، اس طرح وہ ایک مذہبی اقلیت ہیں، اور ملک کا دستور سیکولر ہے، لہذا وہ اپنے مذہبی معاملات میں حکومت سے مدد نہیں حاصل کر سکتے، اس لئے اپنے مذہبی معاملات کی حفاظت بھی ان کو خود ہی کرنا ہوتا ہے، اور اس کے لئے ان کو خود اپنا نظام بنانا اور چلانا ہوتا ہے جو ان کے علوم و فنیہ کے مراکز و مدارس کی سرپرستی سے اور ان کے فنی اداروں اور جماعتوں کی رہنمائی میں انجام دیئے جاتے ہیں۔

ملک کی اکثریت غیر مسلم ہے، اکثریت کے سیاسی وزن اور حکومت میں اس کی مضبوط نمائندگی کو دیکھتے ہوئے مسلم اقلیت کے رہنماؤں کو اس بات پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے کہ ملک میں کوئی ایسا اقدام یا عمل سامنے نہ آئے جس سے ان کی مذہبی حیثیت مانتی کو نقصان پہنچے۔ اسی فکر مندی کا نتیجہ تھا کہ اب سے تقریباً چار دہائی قبل جب شریعت اسلامی میں تبدیلی کی آواز اٹھی تو مسلمان رہنماؤں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ قائم کرنے کی ضرورت محسوس کی، اور تحفظ شریعت کے کام کے مقصد سے اس کو قائم کیا۔

بورڈ نے اپنی کارگزاری کے لئے امت کے مذہبی احکام اور مذہبی حقوق کے تحفظ کو اپنا دائرہ کار بنایا، اور چونکہ شریعت کی حفاظت کا مقصد امت کا مشترکہ مقصد ہے کہ امت کے جو دینی تقاضے اور مذہبی حقوق ہیں، ان کو روکا جائے اور ان میں مداخلت نہ کی جائے، اس لئے

اور عقائدی طور پر عمل تحفظات ہیں، اپنی خراب انسانیت چیزوں میں جھلا کرنے کے لیے ریڈیو، ٹیلی ویژن، بلو قلموں اور رومانی ناولوں کی صورت میں سارے جتن کر ڈالے اور بد قسمتی سے تمام مسلمان ملکوں میں اس کے برے اثرات بھی پڑے، اب اسقاط حمل کا آخری حربہ بھی استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اخلاقی اتار کی، خاندانی اجازت اور معاشرتی بگاڑ کے ساتھ ساتھ یورپ کی آبادی بھی تیزی کے ساتھ گھٹتی جا رہی ہے اور مشرق کی آبادی خصوصاً مسلم ملکوں کی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے، لہذا یورپ کی نفی طاقت کا خوف بھی کھائے جا رہا ہے اس لیے بھی وہ اسقاط حمل اور اس سے بھی بڑھ کر ہم جنسی جیسے عمل کو رواج دینا چاہتا ہے جس سے نسل کے تسلسل ہی کا کام تمام ہو جائے وہ اپنے اس وحشیانہ عمل کو مسلمان ملکوں میں بھی قانونی شکل دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

کائنات کے بنانے والے نے انسان کو اسی لیے پیدا کیا اور اس کو اس دنیا میں بسایا کہ اس کا نام زیادہ سے زیادہ لیا جائے اس کی قدرت بے پایاں کا ظہور ہو اسی لیے اسلام میں مسلم آبادی کو بڑھانے کا حکم ہے، فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”ایسی عورتوں سے شادی کرو جو خوب محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت والی ہو“، ایک اور موقع پر فرمایا: ”انہی اکابر یکم الامم یوم القیامۃ“ لہذا ہر وہ چیز جو اللہ کے خشاء کے خلاف اور فطرت انسانی کے بھی خلاف ہو اور انسانی مستقبل کے لیے خطرہ ہو وہ ساری صرف انسانی مفروضوں اور عقل انسانی کی حدود ہی تک ہو سکتی ہے، آگے کی بات وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کے لیے انبیاء کرام کے علوم و تعلیمات کو ماننے اور تسلیم کرنے کی ضرورت ہے، یورپ خاتم انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعلیمات تمام انبیاء کی تعلیمات کے خلاصہ کے طور پر اب قیامت تک کے لیے حتمی ہو گئی ہیں ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی بھی پوری کوشش کر چکا اور برابر کوئی نہ کوئی شوشہ اس کو نام و کمرور ثابت کرنے کے لیے چھوڑتا رہتا ہے اور وہ برابر اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ انسانوں میں جو لوگ مقصد آخر کو ماننے اور تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہ ان کے مقصد آخر کو بھلا دے اور ان کو بھی اپنے جیسا بالکل جانور بنا دے اور وہ بہائم کی طرح زندگی گزارنے لگے۔ انسانیت فنا ہو کر موت کی نیند سو جائے اور انسان آوارہ کتوں کی سی زندگی گزارے۔ ذرا غور و فکر سے کام لیجئے اور دیکھئے کہ یورپ جو اپنے کوساری دنیا کا ہر روز وہی خواہ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ کہاں کھڑا ہے وہ اپنی مادی طاقت کے بل بوتے پر ساری دنیا کو بیوقوف بنا رہا ہے، حالانکہ خود اپنی موت مر رہا ہے اور یہ اثرات و نتائج ہیں اس صیہونی پروٹوکول (صیہونی دانشوروں کی دستاویزات) کے جس میں یہ بات صاف طور پر کہی گئی ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی اور معنوی طور پر اتارنا بیکار کر دیا جائے کہ نسل انسانی کی معنوی طاقت بہت کمزور ہو جائے اور یہود کو اپنی سرگرمی قائم رکھنے کا پورا موقع ملے۔

یہ محض محدود عقل انسانی کا مفروضہ ہے کہ آبادی بڑھ جائے گی تو کیا کھائیں گے، آبادی کم کرنے کی آواز اٹھا رہی ہیں صدی کے اخیر بلکہ اس کے پہلے سے اٹھنی شروع ہوئی ہے، تصور فرمائیے کہ اب پوری ایک صدی گزر جانے کے بعد دنیا کی آبادی کتنی بڑھ گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وسائل زندگی بھی کتنے بڑھتے گئے اور سو سال کے اس اضافہ کے بعد آج کے معیار زندگی کا سو سال قبل والے معیار زندگی سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج لوگوں کو وہ کچھ میسر ہے جو سو سال پہلے بڑے بڑے وزراء، اصحاب ثروت و وجاہت اور بادشاہوں کو بھی میسر نہیں تھا۔

باقی رہا کچھ لوگوں کا پریشان رہنا، غربت میں جھلا ہونا تو یہ قدرت کا حکیمانہ فیصلہ ہے اس کو قیامت تک جاری رہنا ہے اس لیے کہ دنیا کی زندگی ایک بھٹی ہے جو کھوئے تو کھرے سے الگ کرتی ہے اور پتاپتیا کر کھوٹ نکالتی ہے، یہاں مصائب اس لیے لائے جاتے ہیں کہ ان کے اندر مقابلہ کی قوت پیدا ہو، مشکلات اس لیے پیدا کی جاتی ہیں کہ انسان ان پر غالب آنے کی جدوجہد کرے، سختیاں اس لیے عائد کی جاتی ہیں کہ آدمی کی کمزوریاں دور ہوں اور اس کی چھپی ہوئی قوتیں عمل کے میدان میں نمایاں ہوں جو لوگ اس خدائی تربیت گاہ سے نکلتے ہیں وہی دنیا میں کچھ کر کے دکھاتے ہیں، اور آج تک دنیا میں جتنے بڑے کام ہوئے ہیں وہ اسی تربیتی راہ سے گزرنے والوں نے کئے ہیں، اور اگر یہ نہ ہو تو ہمدردی، محبت و خدمت ایک دوسرے کی مدد و سہارا کے کیا معنی ہوں گے، یہ محض ایک شیطانی دوسرے ہے جس کو شیطان نے خدا کے منکر ٹھہرا دیا اور لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ اور ”زین لہم الشیطن انعمنا لہم“ کی لگام لگا کر جبر چاہتا ہے لے جاتا ہے اور اس طرح کے موبہم خدشات پیدا کر کے بھیڑ بکری کی طرح جبر چاہتا ہے ہانکا ہے، انہوں اس کا ہوتا ہے کہ جو ملت ان خطرات سے انسانیت کو بچانے والی اور آگاہ کرنے والی ہے خود اس کے افراد ان شیطانی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ☆☆☆☆☆

پوری امت کا یہ متفقہ مقصد ہونے کی بناء پر پورڈ میں امت کے سارے مسالک اور گروہوں کی شرکت اور ان کی نمائندگی رکھی گئی، اور پورڈ نے اپنے طریقہ کار کو صرف مشرک یا متفقہ مذہبی معاملات کے ساتھ مخصوص کیا، اور جو اختلافی معاملات ہوں، ان کو انہی کی نمائندگی کرنے والی جماعتوں اور اداروں کے لئے چھوڑ دیا تاکہ یہ مقصد کہ امت کے "مذہبی تشخص اور تحفظ" کو نقصان نہ پہنچے، امت کا بنیادی مقصد ہونے کی وجہ سے متفقہ رہے، اور الحمد للہ یہ احتیاط اور لحاظ قائم ہے۔ اس پورڈ کو قائم ہونے ۲۸ رسالہ کے لگ بھگ ہو رہے ہیں، اور پورڈ الحمد للہ مسلمانوں کے متفقہ پلیٹ فارم کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔

ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود بحیثیت ایک خوددار امت کے اپنے معاملات کو دیکھ رہے ہیں، اور ان کاموں کی طرف توجہ کر رہے ہیں جو ان کو خود کنٹرول اور ترقی یافتہ بننے والی امت بنانے میں معاون ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی تاریخ شاندار رہی ہے کہ ان کے اسلاف نے سات آٹھ صدی تک اس ملک میں قائدانہ کردار انجام دیا ہے، جو حکومتی سطح پر بھی تھا اور انسانیت نوازی اور کردار سازی کے میدان میں بھی تھا، کردار سازی کے کام کو مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں اور شائق رہبروں نے انجام دیا، اس طرح انہوں نے ملک کو ترقی دینے اور اس میں وحدت اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں بڑا اچھا کام انجام دیا، ان کے اس رہنمایانہ کردار کے ذریعہ ہی اس ملک کو نسلوں اور مذہبوں کے تنوع کے ساتھ یکجہتی کی خصوصیت حاصل ہوئی، جس کا یہاں کی تہذیب و تمدن پر بڑا اچھا اثر پڑا، اور اس ملک کی خوبیوں میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ مغایرت کا نہیں بلکہ اعلیٰ انسانی سلوک کا ثبوت دیا ہے۔

مسلمانوں کو اس سلسلہ میں اس بات سے بھی بڑی مدد ملی کہ ان کا مذہب دین و دنیا دونوں کا جامع مذہب ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے ذریعہ ملا ہے، یہ مذہب اپنی رواداری اور اعلیٰ انسانی کردار کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور اعلیٰ انسانی قدروں کا لحاظ اور اپنے خالق و مالک کے احکامات کے ساتھ پوری زندگی کو وابستہ کرنے کی ذمہ داری بھی ڈالتا ہے جس کو انجام دینے کا کام اس امت نے اپنی گزشتہ تاریخ میں مخلصانہ انداز سے انجام دیا، اور اس کو برابر قائم رہنے والی ذمہ داری سمجھا، یہ دونوں پہلو ہندوستان کی نئی مسلم نسل کو اپنے اسلاف سے وراثت میں ملے ہیں، اور یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں کہ ان کے ذریعہ یہاں کی اقلیت اپنے کو ایک نہایت فعال اور مؤثر امت بنانے میں مدد لے سکتی ہے۔

مسلمانوں کو اس سلسلہ میں اس بات سے بھی بڑی مدد ملی کہ ان کا مذہب دین و دنیا دونوں کا جامع مذہب ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے ذریعہ ملا ہے، یہ مذہب اپنی رواداری اور اعلیٰ انسانی کردار کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور اعلیٰ انسانی قدروں کا لحاظ اور اپنے خالق و مالک کے احکامات کے ساتھ پوری زندگی کو وابستہ کرنے کی ذمہ داری بھی ڈالتا ہے جس کو انجام دینے کا کام اس امت نے اپنی گزشتہ تاریخ میں مخلصانہ انداز سے انجام دیا، اور اس کو برابر قائم رہنے والی ذمہ داری سمجھا، یہ دونوں پہلو ہندوستان کی نئی مسلم نسل کو اپنے اسلاف سے وراثت میں ملے ہیں، اور یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں کہ ان کے ذریعہ یہاں کی اقلیت اپنے کو ایک نہایت فعال اور مؤثر امت بنانے میں مدد لے سکتی ہے۔

انجام دینے کی ذمہ داری کا احساس کرے، کیونکہ اتحاد اور ذمہ داری کا احساس ہی وہ قوت ہے جو کسی بھی کام کو اعلیٰ سطح سے انجام دینے میں مدد و معاون ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں اور سخت دشواریوں میں ان کے مخلص رہنماؤں نے جب بھی مقصد کی لگن اور کام میں یکجہتی اور مستعدی کا ثبوت دیا ہے تو حالات کو بدل دیا ہے، اور انسانوں کو اعلیٰ اقدار کا حامل بنایا ہے، اور یہ ان کی تاریخ میں بار بار ہوا ہے۔ چنانچہ ان کے ہر دور میں ان کی رہبری کے لئے علماء اور اہل فکر ضرورت کی تعداد میں ملتے رہے، اور وہ اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مختلف طریقہ ہائے کار اختیار کرتے رہے، اور موجودہ دور میں بھی باصلاحیت لوگ ہیں، اور وہ مختلف جماعتوں اور اداروں کی شکل میں تقسیم ہو کر امت کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں، البتہ وہ اگر امت کے کاموں اور ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اپنے تنوع اور اختلاف کے باوجود اپنے بنیادی مسائل کے دائرہ میں مقصد کے لحاظ سے یکجہتی اور تعاون پر عمل پیرا رہیں تو امت کی ضرورت بخوبی اور بہتر سطح پر پوری ہو سکتی ہے، ان میں اتحاد و تعاون جس حد تک بھی ہے اس کے مطابق فائدہ ہو رہا ہے، لیکن اگر ان کے اس تنوع میں خدا نخواستہ گروہی عصبیت کا عمل دخل ہونے لگا تو یہ ایسا مرض ثابت ہو سکتا ہے جو امت کو سخت نقصان پہنچانے والا اور اس کی طاقت کو توڑنے والا ہوگا۔ یہ مرض صرف اسی امت ہی کے لئے نہیں، بلکہ کسی بھی امت میں پیدا ہو جائے تو اس کو کھلے کھلے کر دیتا ہے۔ الحمد للہ ہماری امت کے قائدین اور علماء کو اس بات کا لحاظ ہے، اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کا ثبوت ہے۔

اس امت کی یہ وہ خصوصیات رہی ہیں جن کو اس امت نے اپنا کر ایک طرف اس ملک کے باشندوں کو اعلیٰ اقدار پر مبنی ایک مشترکہ تہذیب دی، اور اب بھی ان خصوصیات پر عملدرآمد کرے کہ وہ اس ملک میں اپنے لئے بڑا مقام بنا سکتی ہے، بلکہ وہ ملک میں مصلحانہ و قائدانہ کردار کا بھی ثبوت دے سکتی ہے، لیکن سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ امت اپنے کو ان اعلیٰ خصوصیات کی حامل امت سمجھے، اور متحد ہو کر کام

انجام دینے کی ذمہ داری کا احساس کرے، کیونکہ اتحاد اور ذمہ داری کا احساس ہی وہ قوت ہے جو کسی بھی کام کو اعلیٰ سطح سے انجام دینے میں مدد و معاون ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں اور سخت دشواریوں میں ان کے مخلص رہنماؤں نے جب بھی مقصد کی لگن اور کام میں یکجہتی اور مستعدی کا ثبوت دیا ہے تو حالات کو بدل دیا ہے، اور انسانوں کو اعلیٰ اقدار کا حامل بنایا ہے، اور یہ ان کی تاریخ میں بار بار ہوا ہے۔ چنانچہ ان کے ہر دور میں ان کی رہبری کے لئے علماء اور اہل فکر ضرورت کی تعداد میں ملتے رہے، اور وہ اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مختلف طریقہ ہائے کار اختیار کرتے رہے، اور موجودہ دور میں بھی باصلاحیت لوگ ہیں، اور وہ مختلف جماعتوں اور اداروں کی شکل میں تقسیم ہو کر امت کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں، البتہ وہ اگر امت کے کاموں اور ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اپنے تنوع اور اختلاف کے باوجود اپنے بنیادی مسائل کے دائرہ میں مقصد کے لحاظ سے یکجہتی اور تعاون پر عمل پیرا رہیں تو امت کی ضرورت بخوبی اور بہتر سطح پر پوری ہو سکتی ہے، ان میں اتحاد و تعاون جس حد تک بھی ہے اس کے مطابق فائدہ ہو رہا ہے، لیکن اگر ان کے اس تنوع میں خدا نخواستہ گروہی عصبیت کا عمل دخل ہونے لگا تو یہ ایسا مرض ثابت ہو سکتا ہے جو امت کو سخت نقصان پہنچانے والا اور اس کی طاقت کو توڑنے والا ہوگا۔ یہ مرض صرف اسی امت ہی کے لئے نہیں، بلکہ کسی بھی امت میں پیدا ہو جائے تو اس کو کھلے کھلے کر دیتا ہے۔ الحمد للہ ہماری امت کے قائدین اور علماء کو اس بات کا لحاظ ہے، اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کا ثبوت ہے۔

لیکن ان پر اللہ رب العالمین کا خصوصی فضل ہوا کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے ممبئی میں، پھر حیدرآباد میں ملت اسلامیہ ہندوستان کے تمام طبقات اور مختلف مکتبہ ہائے فکر و مسالک کے نمائندے جمع ہوئے، اور اپنی مطلوبہ دینی ضرورت کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کی، اس کے بعد سے پورڈ نے الحمد للہ بڑی حکمت عملی اور فکرمندی سے کام انجام دیا۔

اس کام میں اس کی اولین سربراہی حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی، مہتمم دارالعلوم دیوبند بحیثیت صدر اول، اور امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نے بحیثیت سکریٹری جنرل اول کی۔ حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی بحیثیت صدر اور امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی بحیثیت سکریٹری جنرل ذمہ داری انجام دیتے رہے، ان کی وفات پر مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ پر سکریٹری جنرل کی ذمہ داری آئی، اور وہ اس کو برابر انجام دے رہے ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی وفات پر فقیرہ امت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کو صدارت کی ذمہ داری ملی، اور انہوں نے بڑی خدمات انجام دیں، اور امت نے متحد ہو کر پورا ساتھ دیا اور دے رہی ہے، اور متعدد اہم مسائل حل ہوئے۔ آج بھی الحمد للہ مسلمانوں کا یہ مشترک ادارہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ امت کی غرض و غایت اور اس کی مقصدیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کام میں لگا ہوا ہے، اور امت کی گروہ بندی و گروہی عصبیت سے اپنے کو علیحدہ رکھے ہوئے ہے، وہ امت کے سب کارگزار گروہوں کے ساتھ یکساں معاملہ رکھتا ہے، اور امت کے سب مسلک اور جماعتیں اس کا متفقہ طور پر ساتھ دے رہی ہیں، یہ پورڈ کی وہ بڑی طاقت ہے جو ایک طرف اس ملک کی اس اقلیتی ملت کے لئے تقویت کا باعث ہے، اور دوسری طرف ملت

لیکن ان پر اللہ رب العالمین کا خصوصی فضل ہوا کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے ممبئی میں، پھر حیدرآباد میں ملت اسلامیہ ہندوستان کے تمام طبقات اور مختلف مکتبہ ہائے فکر و مسالک کے نمائندے جمع ہوئے، اور اپنی مطلوبہ دینی ضرورت کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کی، اس کے بعد سے پورڈ نے الحمد للہ بڑی حکمت عملی اور فکرمندی سے کام انجام دیا۔ اس کام میں اس کی اولین سربراہی حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی، مہتمم دارالعلوم دیوبند بحیثیت صدر اول، اور امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نے بحیثیت سکریٹری جنرل اول کی۔ حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی بحیثیت صدر اور امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی بحیثیت سکریٹری جنرل ذمہ داری انجام دیتے رہے، ان کی وفات پر مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ پر سکریٹری جنرل کی ذمہ داری آئی، اور وہ اس کو برابر انجام دے رہے ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی وفات پر فقیرہ امت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کو صدارت کی ذمہ داری ملی، اور انہوں نے بڑی خدمات انجام دیں، اور امت نے متحد ہو کر پورا ساتھ دیا اور دے رہی ہے، اور متعدد اہم مسائل حل ہوئے۔ آج بھی الحمد للہ مسلمانوں کا یہ مشترک ادارہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ امت کی غرض و غایت اور اس کی مقصدیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کام میں لگا ہوا ہے، اور امت کی گروہ بندی و گروہی عصبیت سے اپنے کو علیحدہ رکھے ہوئے ہے، وہ امت کے سب کارگزار گروہوں کے ساتھ یکساں معاملہ رکھتا ہے، اور امت کے سب مسلک اور جماعتیں اس کا متفقہ طور پر ساتھ دے رہی ہیں، یہ پورڈ کی وہ بڑی طاقت ہے جو ایک طرف اس ملک کی اس اقلیتی ملت کے لئے تقویت کا باعث ہے، اور دوسری طرف ملت

کے شرعی حقوق کے تحفظ کے کام میں اس سے مدد مل رہی ہے۔ پورڈ کے مختلف کاموں کے لئے اس کو ممتاز اہل علم و کارگزار حضرات حاصل ہیں، جن میں پورڈ کی مختلف کمیٹیوں کے ذمہ دار و کارپرداز ہیں۔ پورڈ نے امت کو ملی ہوئی آسانی شریعت کے تحفظ کو اپنا اصل مقصد عمل بنایا ہے۔ وہ اپنی کارکردگی میں اس بات کی فکر رکھتا ہے کہ کم سے کم امت کے بنیادی مقصد یعنی ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے کام میں امت کے سارے کارگزار افراد اور جماعتیں اتحاد و اتفاق کا ثبوت دیں تاکہ امت کو مضبوطی حاصل رہے کیونکہ وہ اگر اپنے بنیادی فریضہ میں یکجہتی اور وحدت کو اختیار نہ کر سکے گی تو اس کو اپنے ملی اور دینی تحفظ کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ ہمارا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنی ذمہ داری کو امت کے مشترکہ اور بنیادی تقاضوں تک محدود رکھتا ہے تاکہ سب کا تعاون حاصل رہے، اور یکجہتی کے ساتھ خطرات کا مقابلہ کیا جاسکے۔

حضرات! کسی بھی قوم یا امت میں جو اپنے افراد کی تعداد اور آبادی کے لحاظ سے وسعت رکھتی ہو، سب کو متحد رکھنا عموماً خاصا دشوار ہوتا ہے، لیکن الحمد للہ پورڈ کو یہ فائدہ ضروری حد تک حاصل ہے، اور مسلمانوں کے ذہنی تشخص اور تحفظ کی اہمیت کو جو حضرات بھی سمجھتے ہیں، ان کو پورڈ کے اتحاد کی اس خصوصیت کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہے۔ رابوں کا اختلاف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ہونا فطری بات ہے، اور اپنے اور دوسرے کے کاموں میں نقص کے پہلو بھی نظر آتے ہیں، ان کی طرف متوجہ کرنا مفید بات ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اظہار اختلاف ایسے اسلوب میں ہو کہ دلوں میں تفرقہ نہ پیدا ہو، اور امت کے بنیادی مقصد کو ان کے اختلاف و اعتراض سے نقصان نہ پہنچے۔

حضرات! ہماری حیثیت ملک میں اقلیت کی ہے، جس کی طاقت طبعاً کم ہوتی ہے، اس لئے ہم پر

احتیاط اور فکرمندی کی ذمہ داری زیادہ ہے، اکثر شرعی دباؤ کی طاقت ہم کو حاصل نہیں ہے، لہذا ہم کو دانشمندی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور برداشت کے ذریعہ ہی اپنا کام انجام دینا ہے، اس میں ہم کو انفرادی یا گروہی اور مسلکی اختلافات سے بلند ہو کر جس قدر ممکن ہو، وحدت سے کام لینا ہے، تاکہ تحفظ شریعت اسلامی کے بنیادی مقصد کو قائم رکھیں۔ پورڈ نے اسی لئے تحفظ شریعت کے بنیادی مقصد کے جو مختلف تقاضے ہیں، انہی کو اپنے دائرہ کار میں رکھا ہے۔ پورڈ نے ان کے لئے علیحدہ علیحدہ کمیٹیاں بنادی ہیں، جو مقصد کے مطابق کام کرتی ہیں، دارالقضاء کمیٹی، اصلاح معاشرہ کمیٹی، لیگل سیل یعنی قانونی مسائل کمیٹی، تقسیم شریعت کمیٹی، اور بامیری مسجد کا مسئلہ بھی پورڈ کی ذمہ داری میں آیا، لہذا اس کی کمیٹی بھی ہے جو اپنے سپرد کردہ کام کو انجام دیتی ہے۔ مذکورہ کمیٹیوں کے علاوہ بعض دیگر پہلوؤں کے لئے بھی جزوی کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں، اس طرح مختلف پہلوؤں سے کام انجام پاتا ہے۔

دارالقضاء کمیٹی مسلمانوں کے نزاعات کو جو شریعت اسلامی کے دائرے میں آتے ہیں، حل کرنے کے لئے، اصلاح معاشرہ کمیٹی خود مسلمانوں کی طرف سے شریعت اسلامی کے خلاف جو عمل ہو رہا ہے، اس کو روکنے اور توجہ دہانی کے لئے، اور قانونی کمیٹی حکومت یا عدالت کے دائرے میں کوئی خلاف شریعت بات ہوتی ہے تو اس کا حل تلاش کرنے کے لئے، اور تقسیم شریعت کمیٹی قانون دانوں اور ججوں کو شریعت کی اہم باتوں سے واقف کرانے کے لئے رکھی گئی ہے، اور اسی طرح دیگر کئی معاملات کی کمیٹیاں ہیں۔ سبھی ذمہ داریاں ارکان پورڈ پر رکھی گئی ہیں، اور یہ سب کام امت اور شریعت کی نصرت کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ہیں، کارکنان سے اچھی امید کی جاتی ہے۔ ملک کی عدالتوں میں وقتاً فوقتاً کچھ فیصلے شریعت

مسلم پرسنل لا اور مسلم ممالک

پچھلی نصف صدی کے اس سلسلہ کے اقدامات کا جائزہ

..... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی دعوت پر ہندوستان کے منتخب اہل فکر علماء کا ایک اہم اجتماع دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زیر صدارت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی منعقد ہوا اور ”مجلس تحقیقات شرعیہ“ کے نام سے نئے حالات اور جدید تمدن کے پیدا کردہ مسائل پر شریعت کی روشنی میں غور و فکر اور ملت کی رہنمائی کے لیے ایک ایسے ادارہ کا قیام عمل میں آیا جس کی ضرورت مدت سے محسوس کی جا رہی تھی اور جس کا نہ ہونا ملت کے لیے دینی نقطہ نظر سے ایک تنظیم اور نقصان دہ خلا تھا۔ اس اجتماع کا فوری محرک تو مسلم پرسنل لا کا مسئلہ تھا لیکن دراصل اس وسیع ضرورت کے احساس کا نتیجہ تھا جو زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق بہت سے مسائل میں از سر نو غور و فکر کی داعی ہے، چنانچہ جلسہ کے آغاز میں حضرت مولانا نے مذکورہ عنوان پر ایک فکر انگیز مقالہ پیش کیا جس میں مسلم پرسنل لا کے بارے میں تمام مسلم ممالک کے اب تک کے جدید اقدامات کا جائزہ لیا گیا۔ یہ مقالہ ہفتہ وار ”ندائے ملت“ لکھنؤ کے ۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں شائع ہوا اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ تاریخی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جس کی تشکیل اپریل ۱۹۶۳ء میں ہوئی، کا محرک یہی مقالہ تھا۔ جلسہ میں قرارداد کے مطابق ان تمام حضرات کو اس مجلس کے بنیادی ارکان کی حیثیت سے نامزد کیا گیا تھا جو شریعت کے مطابق ان حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مولانا سید منت اللہ رحمانی (بہار)، مولانا حبیب الرحمن اعظمی (اعظم گڑھ)، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا ابواللیث اصلاحی (امیر جماعت اسلامی)، مولانا سید فخر الحسن (استاد دارالعلوم دیوبند)، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، (دارالمصنفین، اعظم گڑھ)، مولانا محمد عمران خاں ندوی (بھوپال)، مولانا محمد اویس گرامی ندوی (دارالعلوم ندوۃ العلماء)، مولانا محمد رضا انصاری (فرنگی بھلی)، مولانا محمد تقی امینی، (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)، مولانا تھانیق الرحمن سمبلی، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (ناظم مجلس)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو اللہ تعالیٰ نے جو دینی فراست، ملی بصیرت اور امت مسلمہ کے تئیں دل سوزی کا وصف حصہ وافر میں عطا فرمایا تھا اس نے ان کے اندر عصری تقاضوں اور ملت کو درپیش خطرات کو سمجھنے اور اس سلسلہ میں اقدامات کرنے کی اعلیٰ درجہ کی صلاحیت اور امتیازی خصوصیت عطا فرمائی تھی اس مقالہ سے حضرت مولانا کی یہ خصوصیت و صلاحیت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے، مولانا نے اس اجتماع کے داعی و ناظم کی حیثیت سے ملک کے مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ علمائے کرام کو قائدین ملت کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے اس مقالے میں اہم مسلم ممالک: ترکی، مصر، شام، لبنان، عراق، پاکستان، اور تونس وغیرہ میں پرسنل لا کے سلسلے میں ہونے والے نفاذ باحج کاموں کا مفصل جائزہ لیا ہے، اور حقیقت اردو میں یہ معلومات اس تفصیل و جامعیت کے ساتھ پہلی مرتبہ مولانا مرحوم کے اس مقالہ میں آئی ہیں۔

داعی اجلاس مفکر اسلام نے امیر شریعت بہار واڑیہ مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کے زیر صدارت یہ جلسہ منعقد کیا عجب اتفاق ہے کہ اس جلسہ کے ٹھیک بیس سال بعد ۱۹۸۳ء میں جب مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال کے بعد بورڈ کی صدارت کا مسئلہ آیا تو مولانا رحمانی ہی نے بورڈ کی صدارت کے لیے آپ کا اسم گرامی پیش کیا، بورڈ کے تمام ارکان نے با اتفاق آپ کے نام نامی کی تائید کی اور پھر آپ کے عہد صدارت میں بورڈ نے تحفظ شریعت کے سلسلہ میں وہ کارنامے انجام دیئے جن سے مسلم ممالک کو بھی سبق لینا پڑا اور ان کے سربراہان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ امید ہے کہ یہ مضمون قارئین کے لئے موجودہ حالات میں بھی بڑا چشم کشا اور رہنمائی ثابت ہوگا۔ (ادارہ)

حضرات علمائے کرام و مندوبین محترم! اس وقت جب کہ ہم جدید تمدن کے پیدا کردہ متفرق مسائل اور خاص کر اس مسلم پرسنل لا پر غور کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جو برطانوی عہد سے لے کر اس وقت تک ہندوستان میں رائج ہے اور جس پر ایک طویل مدت سے عمل کیا جا رہا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دوسرے مسلم ممالک میں اس قانون کی صورت حال، اس پر عمل درآمد کی کیفیت، اس کے ارتقاء و تغیرات پر بھی نظر ڈال لیں اور ان تبدیلیوں اور ترمیمات کا بھی تاریخی جائزہ لیں جو مختلف صحیح و غلط محرکات و مقاصد اور حکومتوں کے صحیح و غلط رجحان اور دباؤ کے ماتحت اس نصف صدی کی مدت میں پیش آتے رہے ہیں، یہ مسئلہ اس لیے بھی اہم اور ضروری ہو گیا ہے کہ مسلم پرسنل لا کی تشکیل جدید یا ترمیم و اصلاح کے سلسلے میں ان مسلم ممالک کا بکثرت حوالہ دیا گیا ہے۔

آپ جیسے حضرات اہل علم و اہل فکر کی موجودگی میں اس بات کا اظہار اور اس کی تفصیل قطعاً غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی قانون، اسلامی اقتدار کے عہد میں ان دو شعبوں میں منقسم نہیں تھا جن میں وہ مغربی اثر و اقتدار کے زمانے میں منقسم ہو گیا ہے، یعنی ”سول لا“ اور ”پرسنل لا“ اور مسلمان عرب ممالک کی اصطلاح میں ”قضاء مدنی“ اور ”قضاء شرعی“ پہلے اسلامی قانون اور اسلامی ممالک کا نظام قضاء ایک وحدت اور جزوء لا یتجزئی تھا جس کا ماخذ کتاب و سنت اور فقہ کا ذخیرہ تھا جس کو اجمالی طور پر شریعت اسلامی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، تیرھویں صدی ہجری میں جب سلطنت عثمانیہ میں اختلال پیدا ہوا اور بڑھتے ہوئے مغربی نفوذ کے سامنے اس نے بھی ہتھیار ڈالنے شروع کیے تو

رضا کارانہ جذبے اور طریقے سے انجام دینا ہوتا ہے، ایسے حضرات بورڈ کو الحمد للہ حاصل ہیں، پھر بھی ضرورت کی وسعت کو دیکھتے ہوئے کار گزار افراد کی کمی سامنے آتی رہتی ہے، اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کاموں کی وسعت و اہمیت کو دیکھتے ہوئے بجٹ کی کمی بھی سامنے آتی ہے، اس کی کو بھی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ملت چونکہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے، اور ملک کا عدالتی نظام بھی بہت سے مرکزوں میں پھیلا ہوا ہے، ان سب کو کام کے دائرے میں لینے میں مذکورہ بالا دونوں طرح کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس بات کا اثر کاموں پر پڑتا ہے۔

اصلاح معاشرہ کے کام کے لئے خاص طور پر بڑی وسعت کی ضرورت ہے۔ اصلاح معاشرہ کمیٹی اپنے کنوینر اور بورڈ کے سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی کی فکر و توجہ سے ہمہ جہتی انداز سے فعالیت کے ساتھ کام کر رہی ہے، اور محترم مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اس کے لئے محنت و لگن سے لگے ہوئے ہیں، لیکن کام کا دائرہ بڑا وسیع ہے، اس کے لئے وسائل و افراد کے بڑھنے کی ضرورت ہے، تاکہ سماج میں پھیل رہی برائیوں کا ازالہ کیا جاسکے۔ بورڈ کے کاموں میں محترم عبد الرحیم قریشی صاحب کی توجہ و فکر مندی بھی بڑی لائق قدر ہے۔ بورڈ کی کمیٹیوں کے سب کنوینر حضرات بھی جس فکر مندی سے کام کر رہے ہیں اس سے بورڈ کو بڑی تقویت ہے۔

اس طرح بورڈ کے سامنے تحفظ شریعت کے مختلف پہلوؤں کے کاموں کی جو ذمہ داری ہے، وہ کار گزار ارکان حضرات کے تعاون سے انجام دی جاتی ہے، انشاء اللہ بورڈ کو سب کا تعاون ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم کو امت اور شریعت کی نصرت کے کام کی پوری توفیق عطا فرمائے اور مدد کرے، آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین.

☆☆☆☆☆

دوسرا ذریعہ دینی تعلیم کے شرعی ادارے اور عصری تعلیم کے مسلم اقلیتی ادارے ہیں، جو اپنے مذہب کی خصوصیت کی رعایت کے ساتھ چلائے جاتے ہیں، اول الذکر ذریعہ مسلمان اقلیت کے مذہبی حق کے تحفظ و بقاء کے لئے کوشش کا ذریعہ ہے، اور آخر الذکر ذریعہ اس سیکولر ملک میں مسلمانوں کو دین سے واقف کرانے اور اس پر عمل کرانے کا کام انجام دینے والا ذریعہ ہے۔ ہمارے دینی اداروں کے ذریعہ اسلامی تعلیمات سے پوری واقفیت ہوتی ہے، ان کو اپنی دینی مصلحت کے مطابق چلانا پڑتا ہے تاکہ مقصد کے مطابق کام انجام پائے، انہی کے ذریعہ اس ملک میں اسلام کا بقاء ہے، ان تعلیمی اداروں کے چلانے کے سلسلہ میں کسی طرح کی مداخلت یا اثر اندازی حکومت یا اکثریت کی طرف سے بہت نقصان رساں عمل ہے، جو ہم کو قبول نہیں کرنا ہے۔ ہمارے ان ہی اداروں سے علم دین سے ماہرانہ واقفیت رکھنے والے اور دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے والے افراد پیدا ہوتے ہیں جو پوری امت کو اس کی راہ مستقیم سے ہٹنے سے بچاتے ہیں۔

بورڈ نے دین کے تحفظ کے ان ذریعوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو ضروری نظم ہو سکتا ہے وہ کیا ہے، چنانچہ اول الذکر ذریعہ کا جو قانونی پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے، اپنی لیگل سٹریکچر اور تنظیم شریعت کمیٹی کے ذریعہ، اور دارالقضاء کے مراکز کے قیام اور اصلاح معاشرہ کی کوششوں کے ذریعہ انتظام کرتا ہے، اور دینی اور اقلیتی مسلم اداروں کے بقاء کے لئے بھی جو فکر رکھنا چاہئے وہ کرتا ہے، چنانچہ مدرسہ بورڈ کی تجویز کو دینی تعلیم کے اداروں کے لئے نقصان دہ سمجھ کر اس کی مخالفت اختیار کی۔ دینی تحفظ و بقاء کے مذکورہ ذریعوں کی طرف ہم کو پوری توجہ کرنا ہوگی، اور ان کی اہمیت کے لحاظ سے ہم کو ان کی فکر کرنا ہوگی۔

حضرات! مذکورہ بالا کام وسیع دائرہ کار رکھتے ہیں، اور ان کے اکثر کار گزاروں کو یہ کام عموماً

کے حکموں کے خلاف آجاتے ہیں، بورڈ ان سے غافل نہیں رہتا، بورڈ کی طرف سے اس سلسلہ کی کمیٹی توجہ سے کام لیتی ہے، اور قانونی نکات کو سامنے رکھ کر طریقہ عمل پر مشورہ ہوتا ہے، کسی معاملہ میں حکومت کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے تو اس کے لئے بھی فکر کی جاتی ہے۔ عدالت سے رجوع کی بات ہوتی ہے تو اس کا مشورہ ہوتا ہے۔ گزشتہ عرصہ میں مختلف عدالتوں کے ذریعہ شریعت اسلامی کے خلاف جو فیصلے ہوئے ہیں، ان کے سلسلہ میں متعلقہ کمیٹی کے ارکان جو متعدد ماہرین قانون اور علماء فقہ پر مشتمل ہے، آپس کے مشورہ سے قانونی حل پر غور و عمل کرتے رہے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ کے اور دیگر متعدد کاموں کی انجام دہی کے سلسلہ میں اخبارات یا عوام کو ہر بات بتانا ضروری نہیں سمجھا جاتا، صرف بورڈ کے جلسوں میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ اور جن کاموں سے وقتاً فوقتاً لوگوں کو واقف کرانے کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے لئے بورڈ کے صدر دفتر سے ”خبر نامہ“ کے نام سے ایک سماجی پرچہ شائع ہوتا ہے، اس میں بورڈ کی کارکردگی آتی رہتی ہے۔

حضرات! شریعت اسلامی کے تحفظ کے بھی متعدد پہلو اور مختلف الجھات کام ہیں، جن میں خاص طور پر قانونی پہلوؤں کی فکر، اصلاح معاشرہ کی کوششیں اور قضاء شرعی کے قیام وغیرہ کے زیادہ اہم کام ہیں، لہذا بورڈ بنیادی طور پر ان ہی پر توجہ کرتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر قیمتی معاملات کو اصلاً دیگر قیمتی جماعتوں کے دائرہ کار کا سمجھتا ہے۔ اس طرح بورڈ اور دیگر قیمتی جماعتوں کے درمیان تقسیم عمل ہو کر ملت کی ضرورتوں کی انجام دہی آسان ہو جاتی ہے۔

حضرات! اس ملک میں مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی صورت میں ان کے اسلامی تشخص کے بقاء اور ان کے قوانین شریعت کے تحفظ کے لئے دو اہم ترین ذریعے ہیں، ایک ذریعہ تو ملک کے دستوری و عدالتی اداروں میں دانش مندانہ نمائندگی کا ہے، اور

قضاء کو ان دو شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا، پرسنل لا کو "الا حوال الشخصیة" کا نام دیا گیا۔ "سول لا" کے لیے بھی ۱۲۸۶ء میں ایک مرتب قانون تزییرات ہند کی طرح مرتب کیا گیا اس قانون میں علاحدہ علاحدہ دفعات کی شکل میں قانون کو پیش کیا گیا تھا۔ اس میں ۱۸۵۱ دفعات ہیں اور وہ فقہ کی کتابوں کے معاملات کے حصے سے ماخوذ اور اس پر مبنی ہیں۔ یہ "قانون" عام کتب فقہ کی طرح "کتابوں" اور "ابواب فقہی" پر منقسم ہے لیکن احکام کی تفصیل نمبر وار دفعات میں کی گئی ہے جیسا کہ جدید قوانین اور کوڈ میں نظر آتا ہے اس "قانون" میں بعض وقتی مصالح اور زمانے کے بدلے ہوئے تقاضوں کی بنا پر ان بعض اقوال کو اختیار کیا گیا ہے جو فقہ حنفی میں مرجوح قرار دیئے گئے ہیں، اس مجموعے میں ۱۶ "کتابیں" ہیں ہر کتاب کے تحت میں ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت میں فصول، قانون کی ابتدا کتاب البیوع سے ہوتی ہے اور تکمیل کتاب القضاء پر۔ اس مجموعے کی ابتداء ایک وضاحتی نوٹ سے ہوتی ہے جس کا عنوان ہے "لائحة الاسباب الموجبة" گویا اس میں اس قانونی اقدام کے محرکات و موجبات اور اس کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد ایک تفصیلی مقدمہ ہے جو دو مقالات پر مشتمل ہے، مقالہ اولی فقہ کی تعریف و تقسیم پر ہے، مقالہ ثانیہ میں وہ قواعد کلی بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ہر قاعدہ ایک مستقل بالذات فقہی اصل ہے، جس سے بہت سے فقہی احکام متفرع ہوتے ہیں، اس سلسلے میں مرتبین قانون نے ۹۹ قواعد کلی بیان کیے ہیں، ان قواعد کلی کا اعجازہ کرنے کے لیے دو قواعد کی مثال پیش کی جاسکتی ہے ایک جو پہلے قاعدے کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے "الامور

بمقاصلھا" دوسرا آج آخری ہے "من سعی فی نقض ماتم من جہتہ وسعیہ مردود علیہ" شعبان ۱۲۹۳ھ کو ایک فرمان سلطانی کے ذریعے اس قانون کا اعلان کیا گیا اور پوری دولت عثمانیہ کی عدالتوں میں اس پر عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلے صادر کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ اس طرح یہ پوری وسیع سلطنت عثمانیہ کا عدالتی قانون بن گیا اور چوں کہ فرمان سلطانی سے اس کا نفاذ ہوا تھا اس لیے اس کے مخالف جو آراء اور فتاویٰ کتب فقہیہ میں درج تھے وہ قابل عمل نہیں رہے، اس مجموعے کی خصوصیات، حسن ترتیب، نمبر شمار، وضاحت و عبارت کی سہولت کے علاوہ یہ تھیں کہ اس میں ہر مسئلے میں ایک ہی قول پر اکتفا کیا گیا تھا اور فقہاء کے ان اختلافات اور فقہی اقوال کو جو قدیم متون اور شروح کی خصوصیت ہیں نظر انداز کر دیا گیا تھا، لیکن اس مجموعے کی شروح میں ان اختلافات اور فقہی اقوال کو جگہ دی گئی، اس کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا کہ ہر مسئلہ کو اس کی اس جگہ پر درج کیا جائے جہاں اس زمانے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور جہاں عصر جدید کا آدمی اس کو تلاش کرے گا، مثلاً، عقد مضار بہ کا ذکر کمپنیوں کے تحت میں ملے گا، اس لیے کہ دراصل مضار بہ بھی ایک شرکت عقد ہے جس میں ایک فریق کا رأس المال ہوتا ہے دوسرے فریق کی محنت اور عمل۔

"الفتاویٰ الہندیہ" کے نام سے معروف ہے اور جس سے آخر آخر دور تک مصر و شام جیسے ملکوں میں بھی بڑا استفادہ کیا گیا۔ سلطان دین پناہ (نور اللہ مرقدہ) نے اس کے لیے اپنے عہد کے ممتاز ترین علماء و فقہاء کی ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ مصنف "الشفافۃ الاسلامیۃ فی الہند" اس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : "فتاویٰ عالمگیری" جسے "فتاویٰ ہندیہ" کہا جاتا ہے کثرت مسائل، سہل طرز نگارش اور صحیحہ گتھیوں کو سلجھانے کے لیے نہایت مفید کتاب ہے، مصر و شام اور بلاد عرب میں یہ فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی چھ بڑی بڑی جلدیں ہیں، جنہیں ہدایہ کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے اور نوادر سے قطع نظر کر کے صرف "ظاہر الروایات" پر اکتفا کیا گیا ہے، لیکن جس مسئلے میں ظاہری روایت نہ مل سکی اس میں نا در روایتوں کی عبارت فتویٰ کے تحت بے کم و کاست صاحب عبارت کے حوالے کے ساتھ اصل عبارت نقل کر دی ہے، فقہائے احناف کی مدد سے اس جمع و تدوین کا کام سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی عہد سلطنت میں شیخ نظام الدین مدہان پوری کے سپرد کیا تھا اور دو لاکھ روپے اس پر صرف کیے تھے۔ مؤلف مذکور نے ۲۳ ممتاز ہندوستانی علماء کے نام گنائے ہیں، جنہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں حصہ لیا، ان میں سے چار علماء یہ ہیں، قاضی محمد حسین جون پوری محاسب، شیخ علی اکبر حسینی، اسعد اللہ خاں، شیخ حامد ابن ابو حامد جون پوری اور مفتی محمد اکرم حنفی لاہوری، ان چاروں علماء نے تدوین کے کام کی مل کر گرائی کی۔" دولت عثمانیہ کے اس قانونی مجموعے کا نام

جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے "محلۃ الاحکام الشرعیۃ" ہے جس کو عموماً "المجلہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مصر میں نیپولین بوناپارٹ کے حملہ ۱۷۹۸ء کے بعد ہی سے "پرسنل لا" "الا حوال الشخصیۃ" کے دائرے کے علاوہ شہری زندگی کے تمام دائروں میں فرانسیسی قانون کو اختیار کر لیا گیا تھا، شام، عراق اور دولت عثمانیہ کی دوسری ماتحت ریاستوں میں "مجلۃ الاحکام الشرعیۃ" پر عمل ہوتا رہا۔ شام میں تو ۱۸ مارچ ۱۹۳۹ء تک "مجلہ" ہی پر عمل تھا، حسنی زعمیم کی حکومت میں جس نے شام میں پہلا فوجی انقلاب کیا تھا اس وقت کے وزیر قانون اسعد کورانی کے مشورے سے (جنہوں نے حوصلہ مند زعمیم انقلاب اور فوجی ڈکٹیٹر کو یہ باور کرایا کہ ملک کے قانون کی تبدیلی اور مغربی قوانین کا اختیار کرنا ان کو تاریخ میں بقائے دوام بخشنے کا اور وہ عرب ممالک میں کمال اتا ترک کا مقام حاصل کر لیں گے اسلامی قانون کا) (جس کی مجلہ نمائندگی کرتا تھا) الغاء ہوا اور مغربی قانون "سول لا" ملک کا قانون قرار دیا گیا اور ایک گردش قلم سے صدیوں کا پرانا قانون جو ملک و قوم کے مزاج، عقائد، روایات اور تمدن سے ہم آہنگ تھا کالعدم قرار پا گیا۔ عراق میں بھی اس قانون پر کئی انقلابات آئے مجلہ پر عمل درآمد اگرچہ وہاں بھی عرصے سے موقوف تھا لیکن مشرق وسطیٰ کے مشہور ماہر قانون عبدالرزاق السنہوری کے بقول جو مشرق وسطیٰ کی وحدت قوانین کمیٹی کے صدر تھے، عراق کا سول قانون اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اسلامی عنصر رکھتا ہے۔ عراق کے ڈکٹیٹر عبدالکریم قاسم نے تو اپنے مختصر دور حکومت میں "الا حوال الشخصیۃ" "پرسنل لا" کے اندر بھی ترمیم و اصلاح کا کام شروع کر دیا تھا، اور لڑکے اور لڑکی کا حصہ ترک

میں مساوی قرار دیا تھا لیکن جدید انقلاب کے بعد یہ ترمیم ختم کر دی گئی۔ اس وقت مملکت سعودیہ کے علاوہ کہیں بھی اسلامی سول قانون نافذ نہیں ہے، مملکت سعودیہ (جہاں بہت حد تک اسلامی حدود و تعزیرات بھی نافذ ہیں) نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کا نظام عدالت کہیں زیادہ سادہ، مختصر، عملی اور مقاصد قانون سازی کی تکمیل کا زیادہ ضامن اور امن و نظام قائم رکھنے میں زیادہ کامیاب ہے۔ اسلامی ممالک میں صرف پاکستان میں جس کی بنیاد اسلام کے نام پر رکھی گئی تھی اور اس کے بانیوں نے اس کو اسلامی طریق حیات کی ایک نئی تجربہ نگاہ اور معمول قرار دیا تھا قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز کیا گیا، مرحوم نواب زادہ لیاقت علی خاں نے اسلامی قانون کی تشکیل جدید کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جس کے صدر مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور جس کے ارکان میں ملک کے مشہور عالم و فقیہ مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہ تھے لیکن حکومتوں کی تبدیلیوں، پاکستان کے بڑھتے ہوئے تجدد و مغربیت کے رجحانات اور حکومت پاکستان کے غیر واضح اور مبہم مقاصد اور تذبذب کی وجہ سے یہ کام ادھورا رہ گیا، ملک کے تمام قانون عدالت کو اسلامی بنانے کے بجائے وہاں اب مسلمہ مسلم پرسنل لا کے اندر تصرف و ترمیم کا کام شروع ہو گیا۔ ۱۹۶۱ء میں مسلم فیملی لا آرڈیننس کے نام سے ایک قانون کا اجراء ہوا جس میں تعدد ازدواج، مرد کے لیے طلاق کی آزادی اور دوسرے بعض اختیارات اور آزادیوں پر پابندیاں عائد کی گئیں اور نصوص صریحہ اور قوانین مسلمہ میں ایسی مداخلت کی نظیر قائم کی گئی جو غیر اسلامی ممالک

کے لیے بھی ایک نئے نئے فقہ کا باعث بن سکتی ہے۔ اب ان ممالک میں مسلم پرسنل لایقسانوں احوال شخصیہ کی کیفیت نفاذ اور ارتقاء کا جائزہ لیجئے جہاں یہ قانون زیادہ صحیح شکل میں نافذ ہے، سلطنت عثمانیہ کے قلمرو میں اس قانون کی اساس تمام ترمذی حنفی تھا اور اس کی تفریحات و تفصیلات میں سراسر اسی مذہب پر دار مدار تھا، لیکن ۸ محرم ۱۳۳۶ھ کو "قانون حقوق العائلۃ" (فیملی لا) کے نام سے ایک آرڈیننس یا ایک ترمیم کا اجراء ہوا اس قانون کی رو سے متعدد مسائل میں ضرورت کے احساس کی بنا پر مذہب حنفی سے عدول کیا گیا اور دوسرے مذاہب کے احکام پر عمل کیا گیا تھا، مثلاً شوہر کی بد معاملگی اور بد سلوکی کی بنا پر زوجین کے درمیان تفریق کا جواز، عورت کو ایسی حالت میں نکاح کا اختیار دینا کہ شوہر میں کسی مرض مزمن مثلاً جنون، جذام اور سل کا طبی ثبوت حاصل ہو جائے، ایسے مفقود الخمر کی بیوی کو نکاح کی اجازت جو معتدل حالات میں چار سال تک اور جنگ کی حالت میں ایک سال تک غائب رہے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس ترمیم و قانون کے نفاذ کے بعد بھی قانون پر نظر ثانی کی ضرورت، جدید تقاضوں کی رعایت اور نئی مشکلات کے مداوا کی ضرورت باقی رہی اور وسیع الشکر علماء کو اس کی ضرورت محسوس ہوتی رہی کہ مسلمان خاندانوں کی بہترین تنظیم، تعلقات کی خوش گواری، معاشرہ کی خوش حالی اور بدلتے ہوئے زمانے کی ضروریات پورا کرنے کے لیے مذاہب اربعہ اور مختلف فقہی مکاتب فکر سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہونا چاہیے۔ (جاری)

ندوة العلماء - تعلیم و تربیت اور نصرت دین و ملت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ندوة العلماء کی مجلس انتظامیہ کا جلسہ سال میں صرف ایک بار ہوتا ہے، اس میں ہندوستان بھر سے منتخب علماء اور علمائے دین ارکان کی حیثیت سے شریک ہوتے ہیں، یہ جلسہ اگرچہ چندہ اور اس کے مختلف شعبہ جات کے انتظامی امور سے متعلق ہوتا ہے لیکن دراصل یہ جلسہ ندوة العلماء کا پیغام ہوتا ہے، جو پورے ملک کے مسلمانوں کو دیا جاتا ہے، اور ملت کو درپیش چیلنجز اور خطرات کی نشاندہی اور ان کے بارے میں دینی موقف کا اعلان ہوتا ہے، سابق ناظم ندوة العلماء مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے جلسوں کو ہمیشہ دعوتی مقاصد کے لئے استعمال کیا، ان ہی کے نقش قدم پر ندوة العلماء کے موجودہ ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (دامت برکاتہم) بھی گامزن ہیں، چنانچہ ۲۲ مارچ ۲۰۱۰ء کو منعقد ہوئے والی مجلس انتظامیہ کے جلسہ میں حضرت والا نے جو خطبہ پیش کیا وہ بڑا فکر انگیز، حقائق سے بھرپور اور معلومات افزا ہے، جس میں ندوہ کے قیام، اس وقت کے حالات اور تائیس کے اسباب، تحریک ندوہ کے اغراض و مقاصد، ان مقاصد میں ندوہ کی کامیابی، اس کے شعبہ جات کا تعارف، اس کی سرگرمیاں اور بالخصوص اس کے سب سے اہم شعبہ دارالعلوم کے خدمات اور موجودہ زمانہ میں اس کے نصاب و نظام تعلیم و تربیت کی اہمیت و معنویت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، اسلئے اس خطبہ کے کلیدی حصہ کو غیر معمولی اہمیت کی بنا پر یہاں الگ شائع کیا جا رہا ہے، باقی حصہ قارئین آئندہ شمارہ میں ملاحظہ کر سکیں گے۔ (ادارہ)

ندوة العلماء تعلیمی، تربیتی اور دعوتی ادارہ ہے، یہاں تعلیم و تربیت کے ساتھ دعوتی مقصد کے لئے بھی کوشش پر توجہ کی جاتی ہے، اسی کے ساتھ عالم اسلام کے جدید حالات کے اثرات کے پیش نظر ہم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی طرف بھی ضروری حد تک خیال رکھنے کی فکر کی جاتی ہے، اس طرح ندوة العلماء کی انتظامیہ کو مسلمانوں کی تعلیم، تربیت اور نصرت دین و ملت تینوں کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے، ندوة العلماء نے آج سے ایک صدی قبل اپنے قیام کے وقت ہی سے ان تینوں پہلوؤں کو اپنے دائرہ کار کے لئے اختیار کیا۔

ان دونوں نظاموں سے جو افراد تیار ہو رہے تھے وہ الگ الگ مزاج و مقصد کے لوگ تیار ہو رہے تھے، دونوں کے درمیان اس علاحدگی کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ حضرات اور دینی تعلیم یافتہ افراد کے درمیان خلیج بنتی جا رہی تھی، جدید تعلیم یافتہ حضرات مغربی سیکولر تعلیم کے اثر سے دین کو ایک فرسودہ اور نجی معاملہ قرار دیتے اور اس کو زندگی کے موجودہ تقاضوں کے ساتھ دینے والا نہیں مانتے تھے، اور دینی تعلیم سے تیار ہونے والے حضرات جو تعداد میں بہت کم تھے مغربی تہذیب و تعلیم کے غلبہ اور عمومیت سے اسلامی زندگی پر جو منفی اثرات پڑ رہے تھے، ان کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے، اور صرف مذمت کر کے رہ جاتے تھے، اور مزید یہ کہ دینی فکر جذبہ رکھنے والے ان حضرات میں جو اعتقادی اور مسلکی فرق و اختلاف تھا وہ وقتاً فوقتاً بڑھ کر ٹکراؤ اور تفرقہ بھی پیدا کرنے لگا تھا۔

اس طرح کی صورت حال کو دیکھ کر اس وقت کے سرکردہ علماء دین اور ان سے ربط رکھنے والے دانشور حضرات نے مشورہ کر کے یہ بات طے کی کہ مسلمانوں کے دینی طبقات کے درمیان کے تفرقہ کو دور کیا جائے، دین کی فکر اور دینی مقصد کے تحفظ کے لئے ان میں آپس کی قربت اور وحدت پیدا کی جائے، دوسرے یہ کہ دینی تعلیمی نظام میں اس طرح کی گنجائش پیدا کی جائے کہ ہمارے دینی علوم میں بنیادی صلاحیتوں کے افراد پیدا کرنے کے ساتھ بدلتے ہوئے حالات کو سمجھنے اور خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جس صلاحیت کی ضرورت ہے وہ بھی ان میں پیدا ہو، اسی کے لئے ندوة العلماء کا قیام ایک کارگزار انجمن کے طور پر عمل میں لایا گیا اور ندوة العلماء نے اس کی طرف توجہ دلانے پر توجہ صرف کی، پھر اس کو عمل میں لانے کے لئے دارالعلوم قائم کیا،

اور اس کو دو خصوصیتوں پر چلانے کا انتظام کیا، ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے حق پرست گروہوں اور مسلکوں کے درمیان اختلاف کو آپس میں ٹکراؤ اور کشمکش کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے، بلکہ آپس میں قربت اور تعاون پیدا کیا جائے، اور دوسرے یہ کہ تعلیمی نظام میں وقت کی ضرورت پوری کرنے کے لحاظ سے بعض ضروری مضامین داخل نصاب کر کے وسعت پیدا کی جائے، جیسا کہ مسلمانوں کے عروج کے عہد میں ہوتا تھا، کہ تعلیم کے دائرہ میں زندگی کے سارے ضروری پہلوؤں کی رعایت رکھی جاتی تھی، لہذا یہ اصول طے کیا گیا کہ موجودہ عہد میں دینی تعلیم کے مروجہ نظام میں زندگی کے اجتماعی پہلو اور جدید حالات میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والا حصہ بھی رکھا جائے، اس سلسلہ میں اولاً علوم دینیہ کو تعلیم کا بنیادی اور وسیع حصہ تسلیم کرتے ہوئے تفصیل اور تدقیق سے پڑھانے کا ان کا جو حق ہے وہ قائم رکھا جائے، اور جو قدیم ذیلی مضامین ہیں ان میں کمی کر کے اجتماعی اور دعوتی تقاضہ رکھنے والے جو ضروری مضامین ہیں جیسے جغرافیہ، ریاضی اور معلومات عامہ، ان کی بھی جگہ نکالی جائے، یہ جگہ قدیم یونانی علوم سے ماخوذ مضامین کو کم کر کے نکالی جاسکتی ہے، اسی کے ساتھ زبان و بیان کی جو اہمیت دور جدید میں ہو گئی ہے اور دعوتی کام میں نیز مغرب کے تمدانہ ذہن بنانے والے اثرات کا مقابلہ کرنے میں اس کا جو اثر ہے اس کو اسی کے لائق اہمیت دی جائے۔

الحمد للہ ندوة العلماء نے اپنے اس کام کا جو آغاز کیا اور جامعیت اور تقارب بین المسالک کا جو نظام چلایا، اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے، ندوة العلماء سے نکلنے والی پہلی نسل نے مطلوبہ صلاحیت اور نقطہ نظر کی جامعیت رکھنے کی کامیاب

مثال پیش کی، فراغت حاصل کرنے والی پہلی نسل میں علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر عبد اعلیٰ حسنی ندوی، مولانا عبد الباقی ندوی، مولانا عبد الرحمن گرامی ندوی اور متعدد دیگر ایسے افراد پیدا ہوئے جن کی اہمیت کو دینی اور عصری دونوں حلقوں میں یکساں تسلیم کیا گیا، اور ان کے ذریعہ دین کی اہمیت اور عہد جدید میں بھی زندگی کی ضرورت سمجھنے کا نقطہ نظر کو تقویت حاصل ہوئی، اور یہ حضرات جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو دینی تعلیم یافتہ طبقہ سے قریب کرنے کا ایک طرح کا ذریعہ ثابت ہوئے۔

ندوة العلماء کو اپنے شروع دور میں مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اس کام کا سلسلہ جاری رہا، البتہ اس کو شروع میں اپنے طریقہ عمل کے نیا عمل ہونے کے باعث طلبہ کی تعداد کم ملی، اگر اس کو شروع ہی سے طلبہ کی زیادہ تعداد ملتی تو یہ باکمال شخصیتیں اور بڑی تعداد میں پیدا ہوتیں، لیکن کچھ مدت گزرنے پر الحمد للہ تعداد کی کمی دور ہوتی گئی اور فارغین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ اب ندوة العلماء سے فارغین تعلیمی دائرہ میں نیز زندگی کے مختلف تعمیری میدانوں میں امتیازی خصوصیت کے ساتھ پھیلنے جا رہے ہیں، جو قابل مسرت بات ہے۔

تعلیم وہ موضوع ہے جس کے عمل کی تکمیل کے لئے تین عوامل ہوتے ہیں، ایک با مقصد طلبہ، دوسرے مدرسین، تیسرے نصاب تعلیم، طلبہ میں جذبہ اور مقصد تعلیم پر یقین اور بھروسہ اگر صحیح طور پر نہ ہو تو ان کو جیسا بھی نصاب پڑھایا جائے، اور جیسے ہی مدرسین ہوں، کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، اسی طرح مدرسین کا معاملہ ہے اگر ان میں علمی کمال کی کمی ہے یا ان کو اپنے طلبہ کو بنانے اور آگے بڑھانے کا جذبہ اور شوق نہیں تو پھر تعلیم زیادہ بہتر نتائج پیدا نہیں کرتی، اسی طرح معاملہ نصاب کا ہے، جو کہ

معلومات اور ذہن سازی کا اصل ذریعہ ہوتا ہے، اگر وہ صحیح مقصد اور رخ کے مطابق نہیں ہے تو تعلیم کا وہ مقصد پورا ہوتا مشکل ہے جس کو تعلیم میں اپنایا گیا ہے۔ ندوة العلماء میں اس کی کوشش کی جاتی ہے کہ تینوں بنیادی صحیح طور پر اپنائی جائیں اور کام کریں۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ کسی نظام کو چلانے کے سلسلہ میں حالات زمانہ بھی اثر انداز ہوتے ہیں، نیز مادی مسائل کا بھی اثر پڑتا ہے، آپ حضرت جانتے ہیں کہ ملک کے جو موجودہ حالات اور مسلمان اداروں کے جو مسائل ہیں وہ بہر حال بہت سازگار نہیں ہیں، ہماری کوششوں پر اس کا بھی اثر پڑتا ہے، لیکن ہمارے مدارس و جامعات کے ذمہ دار حضرات اپنے مضبوط قدموں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور الحمد للہ اس کا فائدہ ہے، اور صرف ندوة العلماء اور دیگر دینی ادارے ہی نہیں بلکہ ہماری عصری درس گاہیں اور جامعات جو اقلیتی مسلم اداروں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے لئے بھی حالات زیادہ موافق نہیں دیکھے جا رہے ہیں، ان کو بھی مختلف موقعوں پر منفی حالات سے سابقہ پڑتا ہے، جن کا مقابلہ کرنے کی کوشش ہوتی رہتی ہے، اور ہمارے دینی مدارس کو تو کچھ دنوں قبل ملک کے لیے خطرناک قرار دیا جانے لگا تھا اور اب اچانک دلداری اور محبت کی بات کہی جا رہی ہے، ہمیں اس وقت بھی اپنا تحفظ کرنا تھا، وراہ بھی ہمیں محتاط رہنا ہے، اس لئے بھی کہ کسی کو معزز قرار دینے پر یا تو اسے توڑ دیا جاتا ہے یا اس کو گھلا کر ختم کر دیا جاتا ہے، اس لئے مجوزہ سرکاری مدرسہ بورڈ کے قانون کو ہمارے دینی اداروں نے پسند نہیں کیا۔

ہمارے مسلم ادارے خواہ دینی عنوان سے ہوں یا اقلیتی عنوان سے ہوں، اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی ضرورت ہیں، اقلیتی عصری

ادارے مسلمانوں کی دنیاوی ترقی اور برتری کا وسیلہ بنتے ہیں، اور ہمارے دینی مدارس مسلمانوں کے دینی تحفظ اور مسلمانوں کی اسلامی شناخت اور دینی تشخص کے تحفظ کا کام کرتے ہیں، اور اس ملک میں مسلمانوں کی بقا اور ان کے حصول عزت کے کام میں یہ دونوں اس امت کے لئے دو بازو ہیں جو بقا و ترقی کے کام کو انجام دینے میں ذریعہ بنتے ہیں، ہمیں اپنے ان دونوں بازوؤں کی حفاظت کرنی ہے، اور الحمد للہ ہمارے علماء اور موجودہ دانشوروں میں اس بات کو سمجھنے میں کمی نہیں پائی جاتی، اس طرح ہم کو انشاء اللہ مستقبل میں کامیابی سے مایوسی نہیں ہے۔

نماز کو قائم کرتے ہیں، یعنی نماز کی ادائیگی پورے نظام کے ساتھ کرتے ہیں، اس میں مسجدوں کا قیام اور نماز کی درستی جماعتی طریقہ سے اور منظم انداز میں کرتے ہیں، اقامت دین یعنی دین کے نظام کو قائم کرنے کی تعلیم و تربیت کے لئے ہمارے دینی مدارس انسان سازی کے کارخانوں کے طور پر قائم کئے جاتے ہیں، جن میں دین کی حفاظت اور دین کو قائم کرنے کے کام کو انجام دینے کے لئے افراد تیار رکھنے اور قائم کرنے والے افراد نہ ہوں تو دین کو قائم رکھنے اور قائم کرنے والے افراد نہ تیار ہو سکیں گے، لہذا یہ امت مسلمہ کو امت مسلمہ برقرار رکھنے کے لئے لازمی اور ضروری ہیں۔

ہم اور آپ سب دینی مدرسہ کے نظام سے جڑے ہوئے ہیں، ہمارا دینی ولی نظام سے جڑا ہونا دینی سعادت کی بات ہے اور یہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے طور پر ہمارے لئے مقدر فرمایا، ہم کسی محض دنیاوی ذمہ داری میں محدود ہوتے تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی، کیونکہ اکثر و بیشتر لوگ عزت دنیاوی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، لیکن ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام سے وابستہ ہونے کی توفیق دی جو اس کی رضائے خاص کے حصول کا ذریعہ ہے، بلکہ اس دنیا میں رب العالمین کی طرف سے انسانی مخلوق کو بسانے کا مقصد ہے، جس میں اس کی بندگی کا طریقہ بتایا جاتا ہے اور عمل کرنا بتایا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس زمین پر زندگی گزارنے کے لئے جو طریقہ بتایا ہے اس کو عبادت اور دینی نظام قائم کرنے سے تعبیر کیا ہے ﴿أَنْ أَعْبُدُوا إِلَٰهَهُمْ وَلَا يَشْرِكُوا بِهِ﴾ دین کے نظام کو قائم کرو اور اس میں آپس میں تفرقہ نہ اختیار کرو، اقامت کا لفظ دوسری جگہ نماز کے لئے بھی اختیار فرمایا گیا ہے ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾ کہ جو

معاشی ضرورت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ معاش کے حصول کے سلسلہ میں ہم جو مقرر کر دیتے ہیں وہی ملتا ہے اور وہ ہم ہی دیتے ہیں، چنانچہ ہمارے ان مدارس سے فائدہ اٹھانے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اسی فضل کے دائرہ میں آتے ہیں اور وہ اس سے محروم نہیں رہتے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے رزق کی صورت بہر حال پیدا کرتا ہے، اور یہاں ان کو جو تعلیم ملتی ہے اس میں بھی اس ضرورت کے پورا ہونے کی صورت حاصل ہو جاتی ہے، اس کی واضح مثالیں ہمارے سامنے ہیں، خود عدوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے اہم اہم جگہوں میں ہیں اور معاشی وسائل کو احسن طریقہ سے حاصل کرتے ہیں۔ لہذا ان مدارس کو چلانے والوں کو اور اس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو خدمت دین اور دینی نظام کے قائم کرنے کے جذبہ کا حامل ہونا چاہئے، تاکہ وہ اپنے خالق و مالک کی رضا کے مستحق ہو سکیں، اور ان کا کام کار ثواب ہو۔

دوسری ایک ضروری اہم بات یہ عرض کرنا ہے کہ دینی تعلیم کے نظام کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو علم دین میں باکمال افراد تیار کرنا جو دین کی مختلف النوع ضرورتوں کو پورا کر سکیں، مفتی، قاضی، داعی، مدرس، محقق اور امام تیار کئے جائیں، دوسرا پہلو یہ ہے کہ نئی مسلم نسل کو کم از کم دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کر دیا جائے تاکہ وہ دینی عقیدہ و عمل پر قائم رہ سکے، اور ضروری باتوں پر عمل کر سکے، ان دونوں پہلوؤں کی بنیاد پر ہمارے اعلیٰ دینی تعلیم کے مدارس جیسا کہ عدوۃ العلماء ہے علم دین سے بھرپور واقفیت رکھنے والے اور اقامت دین کی صلاحیت پیدا کرنے والے افراد تیار کرنے کے لئے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سطح کے تعلیم یافتہ یعنی عالم فاضل سب کو نہیں بنایا جاسکتا، ان کی تعداد بقدر ضرورت ہوتی ہے، بقیہ

مسلمانوں کے عام و اکثر افراد کے لئے دین کی بنیادی معلومات سے واقف ہونا کافی ہو سکتا ہے تاکہ وہ دین کی ضروری اور لازمی باتوں پر عمل کر سکیں، اس کی تعلیم کا انتظام ان ابتدائی مدارس کے ذریعہ کیا جاتا ہے جن کو مکاتب کہتے ہیں، تاکہ کوئی مسلمان بچہ خواہ وہ تعلیم کی کسی لائن میں ہو ان سے ناواقف نہ رہے، اس کے لئے ہم پر دینی مکاتب کا جال پھیلا دینے کی ذمہ داری ہے۔

کیونکہ اس ملک میں مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں، وہ صرف مسلمان آبادیوں میں ہی نہیں رہتے وہ اکثر غیروں کے ماحول میں رہتے ہیں، وہ ان کے ماحول سے اور غیروں کی محبت سے اور پڑوس سے اسلامی طور و طریق نہیں معلوم کر سکتے، اگر ان کو دین کی بنیادی تعلیم نہیں حاصل ہے تو وہ دین سے بالکل ناواقف رہیں گے، اور اقلیت میں ہونے اور غیر مسلم کی اکثریت میں رہنے کی صورت میں وہ اپنے دین سے پوری طرح دور ہو جائیں گے، اس خطرہ سے بچانے کے لئے اس ملک میں دینی مکاتب کا وسیع انتظام کرنا ہوگا اور ہم کو اس سلسلہ میں اس طرح کے انتظام کرنے کی سہولت حاصل ہے، صرف اس کام

کی طرف متوجہ کرنا اور اس کو انجام دینا ہے، اس سلسلہ میں اگر ضرورت کے مطابق جگہیں فراہم نہ کر سکیں تو مساجد کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے یہ اگر درجہ تین یا درجہ چار تک بھی قائم کر دیئے جائیں تو یہ نئی نسل کو دینی بنیادیں مہیا کر سکتے ہیں۔

اور ایک اہم بات جو قابل توجہ رہانی ہے وہ یہ ہے کہ ہماری دینی تعلیم کے دونوں پہلوؤں کو قائم کرنے کے کام کو ملک کے مروجہ سیاسی عمل سے غیر جانب دار رکھنا ضروری ہے، اس طرح ہم کسی کی مخالفت و موافقت کے اثرات سے محفوظ رہیں گے، اور اپنے دینی کام کو کسی باہری اثر یا غیروں کے اثر سے محفوظ رکھ کر کام کر سکیں گے، عدوۃ العلماء نے یہی پالیسی اختیار کی ہے اور الحمد للہ اس کا بہت فائدہ ہے، دینی تعلیم کے دونوں مذکورہ پہلوؤں عدوۃ العلماء کی خصوصی توجہ میں ہیں، بلکہ اس کا اس سلسلہ میں مزید پیش قدمی کا ارادہ ہے۔

عدوۃ العلماء کا تعارف الحمد للہ نہ صرف اس برصغیر میں بلکہ غیر ممالک میں بھی بہت اچھا ہے اور بہت لائق شکر ہے، باہری ملکوں میں بڑی عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور اس سے بڑی توقع قائم کی جاتی ہے، عرب ممالک میں خاص طور پر اس

کو بڑی عزت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آخری دور میں اس کا سب سے بڑا ذریعہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا، ان کی کتابوں کو اس طرح پڑھا گیا گویا کہ نصاب کی کتابیں ہوں، اور ان سے کوئی مستغنی نہ ہو، ان لوگوں کو ان کتابوں میں بڑی اسلامی فکر نظر آئی، چنانچہ ان کو بہت اہمیت دی گئی، اور اب بھی الحمد للہ ممالک غیر میں بھی عدوہ سے تعلق رکھنے والے کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے، اور عدوہ کے فرزندوں کو بیرون ممالک میں جگہ جگہ بڑی وقعت اور اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور جگہ جگہ ان کو موقع دیا گیا ہے، اور ان میں متحدہ نے تصنیفی اور تحقیقی میدان میں اچھا مقام بنا لیا ہے، اور ہندوستان میں بھی عدوۃ العلماء کے فرزند جگہ جگہ پسندیدگی اور اعتماد حاصل کر رہے ہیں، یہ ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو ہمارے بڑوں نے یہاں کی ہیں، ہم الحمد للہ اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ حضرات کی آمد اور مشورہ میں شرکت سے ان کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

شیخ الازھر دکتور محمد سید طنطولی کا انتقال

جامعہ الازھر کے وائس چانسلر شیخ محمد سید طنطاوی کا ۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء کو سوڈی عرب میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا۔ شیخ طنطاوی شاہ فیصل ایوارڈ لینے سوڈی عرب گئے ہوئے تھے اور قاہرہ کے لیے روانہ ہونے ہی والے تھے کہ اچانک سینے میں تکلیف محسوس ہوئی جو کہ جان لیوا ثابت ہوئی۔ شیخ طنطاوی ۸۱ برس کے تھے، ۱۳۸۰ھ کو مصر کے ایک گاؤں سلیم الشرف میں پیدا ہوئے۔ اسکندریہ میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۶۶ء میں انہیں حدیث اور قرآن کی تفسیر پڑاؤ اکثریت کی ڈگری ملی۔ ۱۹۸۶ء میں مدینہ کی اسلامی یونیورسٹی کے صدر شعبہ تفسیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۶ء میں مصر کے مفتی اعظم مقرر کئے گئے اور دس برس تک اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہے۔ ۱۹۹۶ء میں انہیں جامعہ الازھر کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا، مرحوم الازھر جامعہ مسجد کے امام و خطیب بھی تھے۔ عالم اسلام میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل اور نوآئندہ امور پر مفروضات رکھتے تھے، ان کی تفسیر جنت البقیع میں ہوئی اور نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی گئی جس میں بڑی تعداد میں علماء و دانشوروں نے شرکت کی، شیخ کے انتقال پر مختلف سربراہان مملکت، اسکالر، اسلامی اداروں کے ذمے داران اور علمی و ادبی شخصیات نے اظہار تضرع کرتے ہوئے اس ملت کے لئے خسارہ سے تعبیر کیا ہے۔

ناظم عدوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی نے نائب شیخ الازھر کے نام اپنے ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ شیخ الازھر کا انتقال ایک عظیم علمی خسارہ ہے، واقعہً دکتور طنطاوی بہت بڑے عالم، بڑے مدبر اور متحدہ خصوصیات کے مالک تھے، عالم اسلام میں ان کی ایک حیثیت تھی، اور وہ زمانہ کے مسائل میں اپنی ایک رائے رکھتے تھے۔ ان کی سربراہی میں جامعہ الازھر نے ظاہری و معنوی خوب ترقی کی، ان کی کئی تعینقات بھی یادگار ہیں، حضرت مولانا نے کہا کہ مصر کے سفر کے دوران ان سے ایک طویل ملاقات رہی جس میں انہوں نے اپنے موقف کا تفصیل سے ذکر کیا، اور مجھے ان کے اندر قرآن، حدیث اور صحابہ کرام کی بڑی محبت محسوس ہوئی، انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں، یہاں کی تحریکات اسلامی اداروں کے حالات پوچھے، میں نے ان کو تفصیل سے بتایا، اس سے مسلمانوں کے حالات سے ان کی واقفیت و تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - پیغمبر علم و ہدایت

تحریر: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ: محمد وثیق ندوی

قرآن کریم نے سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعدد اوصاف ذکر کئے ہیں، کہیں آپ کو مبشر و منذر (خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا) کہا گیا ہے، کہیں داعی و مبلغ کہا گیا ہے، کہیں سراجا منیر اور کہیں معلم علم و حکمت اور مہر کی اخلاق کہا گیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا، وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ (احزاب: ۳۵-۶) ”اے نبی! ہم نے آپ کو داعی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن سورج“ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ السَّلَاةَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (مائدہ: ۶۷) ”اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا، بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ ﴿فَاذْعَبْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (حجر: ۹۳) ”غرض آپ کو جس امر کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف سنا دیجئے اور مشرکین سے گریز کیجئے“ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (صف: ۹)۔ ”اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے اور تمام مذہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔“

پانی کو قبول کر لیں اور جذب کر لیں، تو وہاں کثرت سے سبزہ اور ہریالی آجاتی ہے، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، کہ خود پیتے ہیں، اور دوسروں کو پلاتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو پانی کو قبول نہیں کرتا ہے اور نہ جذب کرتا ہے، اور نہ وہاں سبزہ اگتا ہے، یہی (پہلی) مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں تفرقہ حاصل کیا ہے، اور اس سے فائدہ اٹھایا، اور میرے لئے ہوئے پیغام سے استفادہ کیا، لہذا خود بھی سیکھتا اور عمل کرتا ہے، اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے میرے لئے ہوئے پیغام پر نہ کوئی توجہ کی، اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔ (بخاری)۔

ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی، جب آگ نے اس کے ارد گرد کو روشن کر دیا، تو پروانے اور اس جگہ رہنے والے کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگتے ہیں، وہ ان کو آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس میں ٹوٹے پڑتے ہیں، یہی مثال میری اور تمہاری ہے، میں تم لوگوں کو آگ سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرنے پر تلے ہو۔ (بخاری و مسلم)

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امی قوم (ان پڑھ عربوں) میں ہوئی، اس کی وجہ سے صرف عربوں کو ہی امی سمجھ لیا گیا، اگرچہ عرب فطری طور پر امی تھے، ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا، لیکن بعثت محمدی کے وقت دنیا کی دیگر قوموں کا حال بھی عربوں سے مختلف نہیں تھا، تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت محمدی کے وقت دنیا کی مختلف قوموں میں علم کا رواج بہت محدود تھا،

تا خواندگی اور جہالت کا دور دورہ تھا، سب کو علم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی، مخصوص طبقات یا افراد (ارباب کلیسا) کی علم پر اجارہ داری تھی، اور ان کا علم بھی محدود تھا، مغربی قومیں جہالت و ناخواندگی کا شکار اور فونی جنگوں سے چور چور تھیں، وہ جنگ و جہالت کی پیدا کی ہوئی تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں، ان ممالک میں اب تک علم و تمدن کی صحیح نمودار نہیں ہوئی تھی، اسلامی اور عربی اندلس (اسپین) اس وقت تک منصفہ شہود پر نہیں آیا تھا کہ علم و تمدن سے روشناس کرائے، غرض ہر طرح یہ قومیں تمدن انسانی کے قافلہ سے الگ تھلگ تھیں، اور ایک دوسرے سے بے خبر تھیں دنیا تقریباً ان سے نا آشنا تھی، خود مغربی مؤرخین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

یورپ مسلمانوں کو جاہل و ناخواندہ قوم ہونے کا طعنہ دیتا ہے اور اس کی ذمہ داری اسلام پر ڈالتا ہے، حالانکہ یہ وہی یورپ ہے جس نے مسیحیت کی ماتحتی میں ہزار سالہ مدت ایک ان پڑھ قوم کی حیثیت سے بسر کی ہے، جس میں یورپ کے بڑے بڑے لیڈران پڑھ اور جاہل تھے، لاویس رامبوڈ (Lavissee) اپنی کتاب ”تاریخ عام“ (History general) میں کہتا ہے:-

”انگلیز ساتویں صدی عیسوی سے لے کر دسویں صدی عیسوی تک انتہائی غریب اور پسماندہ تھا، خارجی دنیا سے بالکل کٹا ہوا تھا، وحشت و بربریت اور درندگی کا دور دورہ تھا، مکانات کچی مٹی کے بنائے جاتے تھے، مہلک امراض اور وبا میں عام تھیں، انسان جانوروں سے بھی گیا گزرا تھا، سردار قوم بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ ایک چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہتا تھا۔“

یورپ اور یورپ اس وقت گھنے جنگلات پر مشتمل تھا، زراعت و کاشتکاری نہ ہونے کے برابر تھی، خانہ جنگی، قتل و غارتگری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، نکل اور ولندرا میں مکانات گھاس پھوس کے ہوتے

تھے، جن میں نہ کھڑکیاں ہوتیں اور نہ کمرے، بستر اور چٹائی کا وجود نہ تھا۔ مرد، خواتین اور بچے غرض پوری فیملی ایک چھوٹے اور تنگ و تاریک کمرے میں رات گزارتی تھی، اور اسی میں پالتو جانوروں کو بھی ٹھہراتے تھے، وہاں نہ سڑکیں تھیں، نہ نالیاں اور نہ ہی چراغ اور نہ روشنی کا کوئی سامان۔“

مورخ ڈریپر جان ولیم (Draper John william) کہتا ہے:-

”یورپ میں جہالت کا دور دورہ تھا، اوہام و خرافات کی حکمرانی تھی، علاج و معالجہ سب مقدس مقامات کی زیارت پر منحصر رہ گیا تھا، فن طب مردہ ہو چکا تھا، جوگیوں اور شعبدہ بازوں کی دکانیں چمک اٹھی تھیں۔“ (الاسلام والحضارة العربیة، ڈاکٹر کرود علی، ص: ۱۹۶)

رابرٹ بریفاٹ (Robert Briffault) لکھتا ہے:-

”پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیا تک ہوتی جا رہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت زمانہ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی سی تھی، جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے، اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ و بار لایا، اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف السلوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا۔“

یورپ میں ناخواندگی اور جہالت کی یہ گھناؤنی تاریکی دسویں صدی عیسوی تک قائم رہی، مسلمانوں سے استفادہ کے بعد ہی ان میں علم و تمدن کا رواج ہوا۔ دسویں صدی عیسوی میں یورپ میں ارباب کلیسا اور اصحاب علم کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی،

سکڑوں اہل علم کو کلیسا کے معاندانہ رویہ کی وجہ سے سخت دار پر چڑھا دیا گیا، اٹلی، فرانس، اسپین، اور جرمنی میں عقائد و تعلیم کی چھان بین کے لئے تحقیقی عدالتیں (courts of Inquisition) قائم کی گئیں، اور ارباب علم و دانش کو کفر و الحاد کے الزام میں گرفتار کر کے سزا کا نہ مزائیں دی گئیں، ایک خطاط اندازہ کے مطابق جو لوگ ان عدالتوں کی بھیئت چڑھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ جن میں تیس ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔

ڈریپر نے لکھا ہے:

”فرانسیسی سلوستر دوم (Sylvestre ۱۰۰۳-۹۳۰ء) جو یورپ کے کسی شہر میں ایک کلیسا میں تھا ایک مرتبہ اندلس (اسپین) گیا اور ایشیلیہ اور قرطبہ میں قیام کیا اور عرب علماء و حکماء سے حساب اور سائنس کا علم حاصل کیا، جب وہ سائنس اور دیگر علوم سیکھ کر وطن واپس آیا تو لوگوں نے اس کو اپنے ساحر خیال کیا، اور بعض حکمرانوں نے اس کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا، اور مختلف عہدوں اور مناصب عالیہ سے گزر کر پوپ کے منصب پر فائز ہوا، لیکن جب قدامت پرستوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو اور اسکے حامی بادشاہ کو قتل کر دیا، محکمہ احتساب سائنس (انکویریشن) کی قربان گاہ پر قرون وسطیٰ میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسیوں محققین سائنس، علمی انکشافات و ایجادات کے گناہ میں نذر چڑھ گئے، پادری سمجھتے تھے کہ زمین کا گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے، مشہور سائنس دان گلیلیو (Galilio) کو اس بنا پر موت کی سزا دی گئی کہ وہ آفتاب کے گرد زمین کے گھومنے کا قائل تھا، کوپرنیک (Copernic) نے حرکت ارض و مرکزیت شمس کے اثبات یا نظام فیساغورس کی تائید کی، تو اس کو قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مر گیا، برنوو (Brunoe) اس جرم میں جلا دیا گیا کہ ”تعدد عوالم“ کا قائل تھا۔“ (جاری)

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: نکاح کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟
جواب: نکاح اسلام میں کچھ اصول و ضوابط کی رعایت کرتے ہوئے مرد و عورت کے درمیان کا وہ معاہدہ ہے جو نسل انسانی کی بقا، عفت و عصمت کی حفاظت، باہمی الفت و محبت اور سکون قلب کا ذریعہ ہے جس میں حکم الہی کی تعمیل اور سنت نبوی کی اتباع بھی ہے اور انسان کی اپنی فطری خواہشات اور جائز تقاضوں کی تکمیل بھی، اس لیے نکاح اسلام کی نظر میں ایک انسانی اور سماجی ضرورت بھی ہے اور بہترین عبادت بھی۔ (لفظہ الاسلامی وادلت، ۹/۲۵۱۳-۲۵۱۴)

سوال: کیا نکاح ہر شخص کے لیے ضروری ہے، اگر کوئی مستقبل میں آنے والے جھیلوں کے اندیشہ سے نکاح سے گریز کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا؟

جواب: نکاح اسلام میں پاکیزہ مقاصد اور صالح معاشرہ کے وجود کے لیے کیا جاتا ہے، اس لیے جو شخص نان و نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ محسوس کرتا ہے تو اس کے لیے نکاح کرنا تمام فقہاء کے نزدیک ضروری اور فرض ہے "لاخلاف ان النکاح فرض حالۃ النوقان" (بدائع الصنائع ۲/۲۸۳) لیکن اگر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو بلکہ معتدل کیفیت ہو تو نکاح کرنا ضروری تو نہیں پھر بھی سنت مؤکدہ ہے، اور محض جھیلوں کے اندیشہ سے نکاح سے گریز کرنا ترک سنت کی بنا پر

سوال: پیغام نکاح کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

جواب: پیغام نکاح کا اسلام میں پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ مرد یا اس کے سرپرست لڑکی کے سرپرست کو پیغام نکاح بھیجے، یہ طریقہ صنف نازک کی فطری حیا و زناکت اور احترام نسوانیت سے زیادہ قریب ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ازواج مطہرات کو پیغام دیا ہے، البتہ کسی خاص وجہ سے لڑکی یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے بھی پیغام دیا جاسکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ طریقے بھی ثابت ہیں۔

سوال: دو خاندانوں کے درمیان رشتہ نکاح طے ہو جائے اس کے باوجود اگر دوسرا شخص اسی لڑکی سے رشتہ کے لیے پیغام دے تو یہ شرعاً کیا ہے؟

جواب: دو خاندانوں کے درمیان جب رشتہ طے ہو جائے تو کسی اور کے لیے اسی لڑکی سے رشتہ کے لیے پیغام دینا ممنوع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر ۷۷۲) البتہ اگر کسی نے ابھی پیغام دیا ہے اور ابھی رشتہ کہیں طے نہیں ہوا تو دوسرا شخص پیغام دے سکتا ہے۔ (ہدایہ ۳/۵۰)

سوال: رشتہ نکاح کے انتخاب میں شرعی معیار کیا ہے؟ اگر دولت یا عہدہ پیش نظر ہو تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: رشتہ نکاح کے انتخاب میں بہتر یہی ہے کہ دولت و منصب کے بجائے دینی اور اخلاقی حالت پر نظر رکھی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے انتخاب میں دیندار عورت کا مشورہ دیا ہے اور محض خوبصورتی، منصب اور مالداری کو پیش نظر رکھنے کے نقصانات بھی بتائے ہیں۔ (ابن ماجہ، ص: ۱۳۵) لیکن اگر کوئی مال و جاہ کو سامنے رکھ کر نکاح کر لیتا ہے تو نکاح درست ہوگا، ناجائز نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پسند کی عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے: "فانکحوا ما طاب لکم من النساء"۔ (نساء: ۳) (عورتوں میں جو پسند ہو اس سے نکاح کر لو) تاہم افضل یہی ہے کہ نکاح میں دیندار عورت کو اختیار کرے، علامہ کاسانی نے اس افضلیت کی صراحت بھی کی ہے۔ (بدائع الصنائع ۲/۱۱۷)

سوال: لڑکوں کے انتخاب میں کیا چیز پیش نظر رہنی چاہئے، آج کل عام طور پر لوگ اونچی سروس والے یا ڈاکٹر و انجینئر کی تلاش میں رہتے ہیں، شریعت اس بارے میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکوں کے انتخاب میں دین اور اخلاق کو پسند فرمایا ہے، ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کے اولیاء سے مخاطب ہو کر فرمایا: جب کسی ایسے شخص کی طرف سے پیغام آجائے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن ہو تو فوراً شادی کر دو ورنہ زمین کے اندر عقیم فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ (ترمذی ۱/۱۳۸) اس روایت سے معلوم ہوا کہ دیندار اور بااخلاق لڑکے کو منتخب کرنا بہتر ہے، تاہم اگر غیر دیندار مسلمان کو بھی اگر اختیار کیا گیا تو نکاح ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

مریض کے حقوق

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالیٰ: "وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ"۔ (شعراء: ۸۰)

ظلیل اللہ حضرت امیر ایم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور امتیازی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: (سارے جہانوں کا رب وہ اللہ ہے کہ) "جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ہی مجھے شفا دیتے ہیں"۔

دنیا میں انسان کے ساتھ زندگی و موت، امیری و غربی، آرام و تکلیف، نفع و نقصان، خوشی و غمی اور تندرستی و بیماری وغیرہ ساری تقدیری چیزیں اللہ کے حکم و اشارہ سے واقع ہوتی ہیں کہ امتحان ہو اس کو جانچا پرکھا جائے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ "کوئی بھی مصیبت اللہ کے حکم و اجازت کے بغیر (انسان کو) نہیں پہنچ سکتی ہے"۔ (تغابن: ۱۱) نیز دوسری جگہ قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے کہ "آپ فرمادیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتی مگر وہی مصیبت جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر (قسمت) میں لکھ دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی ہمارے مالک حقیقی ہیں"۔ (توبہ: ۵۱) اور قرآن کریم نے اس حقیقت کا بھی اعلان کیا ہے کہ دنیا میں پیش آنے والی مصیبت، تکلیف، بیماری اور ساری تقدیری چیزیں انسانوں کی اہتمام و آزمائش کے لیے بنائی گئی ہیں"۔ (ملک: ۱-۲)

تکلیف و بیماری کے موقع پر کتاب و سنت کی

ہدایت یہ ہے کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل و بھروسہ کرنا چاہئے اور یہ یقین و اعتماد رکھنا چاہئے کہ معمولی سے معمولی مصیبت (بیماری و تکلیف) بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے ہی آتی ہے، ان کے آنے پر صبر کرنا چاہئے، ثابت قدم رہنا چاہئے بلکہ نشاء الہی پر مکمل طور پر راضی رہنا چاہئے، اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے صبر و ثبات اور تسلیم و رضا کی توفیق بھی مانگنی چاہئے، بہت ممکن ہے کہ یہ بیماری صبر و رضا کے سبب مومن بندہ کے لیے رحمت بن جائے اور دخول جنت کا ذریعہ بن جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت کے بغیر (کسی کو) کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (اس مصیبت پر صبر و رضا کی) ہدایت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب (اچھی طرح) جانتے ہیں"۔ (تغابن: ۱۱) نیز آپ نے ایک صحابیہ حضرت ام علاء کو (شدید بخار پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں جانے کی) بشارت و خوشخبری دی (بخاری) اسی طرح آپ نے ایک اور صحابیہ حضرت ام زکرا سے فرمایا کہ "اگر چاہو تو اس بیماری پر صبر کر لو اور جنت حاصل کر لو، اور اگر چاہو تو میں اس بیماری سے شفا یابی کے لیے دعاء کروں"۔ (ادب مفرد)

حقیقت یہ ہے کہ بیماری صابر و شاکر مومن

کے لیے رحمت و برکت، مغفرت و بخشش، عبرت و نصیحت اور قدر و منزلت کا ذریعہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو اسے اپنی طرف سے (مرض میں) مبتلا کر دیتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "مومن کو ایک کاٹنا بھی نہیں چھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس تکلیف کی برکت سے اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتے ہیں، اور اس بندہ مومن سے ایک گناہ کو بھی معاف کر دیتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم، ترمذی) ایک تیسری حدیث میں ہے کہ "مومن بندہ کو جب بیماری لاحق ہوتی ہے، تو یہ بیماری اس کے پچھلے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل میں اس کے لیے عبرت و نصیحت اور حسیہ کا باعث ہوتی ہے"۔ (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی بندہ مومن کے لیے کوئی "مقام بلند" طے ہو جاتا ہے اور وہ بندہ مومن اپنے عمل کے ذریعہ اس مقام بلند تک نہیں پہنچ پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن کو، اس کے جسم و بدن میں یا اس کے مال و متاع میں یا اس کے آل و اولاد میں (کسی تکلیف یا بیماری کے ذریعہ) مبتلا کر دیتے ہیں، پھر اس بیماری و تکلیف پر اس بندہ مومن کو صبر و رضا کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ "مقام بلند" پر اس بندہ مومن کو پہنچا دیتے ہیں"۔ (ابوداؤد، احمد)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بیماری میں صبر و شکر کرنے والے مسلمان کی بڑی فضیلت و عظمت بیان ہوئی ہے چنانچہ ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نیکو کار مسلمان جب بیمار پڑتا ہے تو صحت کے دوران اس کے نیک کاموں کا حساب بیماری کے

۱۹

تعمیر حیات۔ ۲۵ مارچ ۲۰۱۵ء

دوران ان معمولات سے اس کی معذوری و محرومی کے باوجود بھی اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھے جاتے ہیں۔ (بخاری) نیز بیمار اس پر صبر و شکر، تسلیم و رضا اور مختلف زبانی ذکر و اذکار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بڑی قربت حاصل کر لیتا ہے اور پاک و صاف اور کامل مومن بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی دعاء بارگاہ الہی میں مقبول ہوتی ہے اور آپ نے بیمار سے دعاء کرانے کا احتیاجی حکم ایک حدیث میں دیا ہے کہ ”اے عمر فاروق! جب تم کسی مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لیے دعاء کرے، اس لیے کہ اس کی دعاء (قبولیت میں) فرشتوں کی دعاء جیسی ہے۔“ (احمد و ابن ماجہ) اس عظمت و فضیلت کے باوجود مریض اپنی بیماری کی وجہ سے اپنی فطری ضروریات خود سے انجام نہیں دے سکتا ہے، پورے طور پر اپنا خیال نہیں رکھ سکتا ہے، اور بہت سے دینی کام سہولت کے ساتھ نہیں کر سکتا ہے اس لیے مریض ہر دور میں، ہر مذہب میں اور ہر سماج میں دوسرے انسانوں کی ہمدردی، رعایت اور خدمت کا مستحق سمجھا جاتا رہا ہے، لیکن دین رحمت ”اسلام“ نے تو مریض کے ساتھ شرعی، اخلاقی اور انسانی ہمدردی و رعایت، ہمدردی و عیادت، تسلی و تشفی اور دواء و علاج وغیرہ میں اعلیٰ معیار قائم کیا ہے، اور ان اخلاقی تعلیمات کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے چنانچہ قرآن کریم نے مختلف سورتوں (بقرہ، نساء، مائدہ، توبہ، نور، شعراء اور مزمل) کی آیتوں میں مختلف انداز و اسلوب میں مریض کے اہم حقوق کا تذکرہ کیا ہے اور مریض کو بڑی رعایتیں دی ہیں، ان آیات و بیانات کی روشنی میں شدید بیمار کے لیے وضو معاف ہے، تیمم کا حکم

ہے، لمبی نمازیں معاف ہیں، بلکی قراءت والی نماز کا حکم ہے، حج میں بھی بیمار کو بعض رعایتیں حاصل ہیں، روزہ توڑنے کی بھی اس کو رخصت ہے، بعد میں قضاء کرنے کا حکم ہے، دوسرے کے ہاں اس کو کھانا کھانے کی اجازت ہے، اسی طرح سے مالداروں کے مال و متاع میں مریض کا حق تسلیم کیا گیا ہے، اور احادیث مبارکہ کی مشہور کتابوں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، ادب مفرد) میں مختلف ابواب و عنوانات قائم کر کے مریض کے اہم حقوق بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند اہم حقوق مریض کا اہم ترین حق یہ ہے کہ اس کے گھر کے افراد، قریبی رشتہ دار، بڑی اور دوست و احباب مریض کی عیادت و تیمارداری کریں، اس کے سامنے پوری ہمدردی ظاہر کریں، اس کی تکلیف پر رنج و غم کا اظہار کریں، اس کو اس تکلیف پر تسلی و تشفی دیں، اس بیماری سے شفایابی کی اچھی خبریں اور اچھے واقعات سنائیں، اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ رکھنے کی ترغیب دیں، اور تسلیم و رضا کا جذبہ پیدا کریں، اور اس کی خدمت کریں، علامہ سید سلیمان ندوی نے ”عیادت“ کی بڑی اچھی وضاحت کی ہے اور اس کے مدارج بیان کئے ہیں کہ ”بیماری عیادت کے معنی بیمار پر ہی کے بھی ہیں اور اس کی تیمارداری، خنوخاری اور خدمت گزاری کے بھی ہیں، بیمار کو بیماری کی حالت میں دیکھنے کو جانا تو عیادت کی معمولی قسم ہے، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کی خنوخاری کرے، اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ اس کی پوری تیمارداری اور خدمت گزاری کرے۔“ (سیرت النبی ۶/۱۲۸) مریض کا دوسرا قابل ذکر حق یہ ہے کہ اس کا

اچھا علاج کرایا جائے، شرعی حدود و قیود کے مطابق مناسب دوا استعمال کی جائے، اور صحت یابی کے لیے دیگر اسباب و تدابیر بھی اختیار کئے جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم و اشارہ سے بیماری آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم و اجازت سے بیمار کو دواء، دعا اور احتیاط کے ذریعہ شفاء حاصل ہوتی ہے، یہ حقیقت ہے کہ بیماری اور دواء دونوں تنگونی نظام کے تحت ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”کوئی بیماری ایسی نہیں ہے جس کی دوا اللہ نے پیدا نہ کی ہو۔“ (بخاری، ابوداؤد) نیز ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ”ہر بیماری کی ایک (خاص) دوا ہوتی ہے، جب بیمار کو مناسب دوا مل جاتی ہے تو وہ بیمار اللہ عزوجل کے حکم سے صحت یاب ہو جاتا ہے۔“ (مسلم) اسی طرح سے ایک حدیث میں آپ نے دوا و علاج کرانے کا صریح حکم دیا ہے کہ ”مسلمانو! دوا (علاج) کراؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کی دوا اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کی ہو۔“ (ابوداؤد) یہ بات قابل ذکر ہے کہ علاج و دوا تقدیر کے خلاف نہیں ہیں بلکہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ ”یہ ساری چیزیں (دواء و علاج، احتیاط و پریزیور اور دیگر اسباب و تدابیر) خود تقدیر الہی میں سے ہیں۔“ (مختصر ابن ماجہ) اسی لیے شریعت نے مریض کو اس کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور مخلص متعلقین کو، تقدیر پر تسلیم و رضا کے ساتھ، اپنی بیماری سے آگاہ کرے تاکہ یہ لوگ مریض کا مناسب علاج کرائیں اور اس کی پوری خدمت گزاری کریں۔ احادیث مبارکہ میں مریض کو اس کے ذوق و خواہش کے مطابق کھانا کھلانے کی تاکید آئی ہے

ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”تم میں سے کسی کا مریض جب کوئی (خاص) چیز کھانے کی خواہش ظاہر کرے تو وہ خاص چیز اس بیمار کو کھلانا چاہئے۔“ (ابن ماجہ) بیماری کے دوران مریض کی خواہش کی تکمیل کرنا آپ کے عمل و اسوہ سے ثابت ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ”آپ نے ایک بیماری کی عیادت کی تو آپ نے اس بیمار سے پوچھا کون سی چیز کھانے کی خواہش ہو رہی ہے؟ بیمار نے عرض کیا: گیہوں کی روٹی کی خواہش ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ”جس کے یہاں گیہوں کی روٹی ہو، وہ اپنے بیمار بھائی کے پاس بھیج دے۔“ (ابن ماجہ) اسی طرح آپ مریض کی کمزوری کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے لیے مقوی کھانا حریرہ وغیرہ بخانے کا اہتمام

فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ کے گھر میں جب کسی کو سخت بخارا آ جاتا تو آپ حریرہ تیار کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ حریرہ غمزہ انسان کی دلجوئی کا باعث ہوتا ہے اور مریض کی بیماری کے زائل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔“ (بخاری و مسلم) نیز آپ کی یہ ہدایت بھی قابل توجہ ہے کہ مریض کو اس کے خواہش کے مطابق کھانا کھانے دیا جائے زیادہ کھانے پینے پر اصرار نہ کیا جائے، ایک حدیث میں ہے کہ ”اپنے مریضوں کو (زیادہ) کھانے پینے پر مجبور نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتے پلاتے رہتے ہیں۔“ (ترمذی و بیہقی) دین رحمت ”اسلام“ میں بیمار کو مذکورہ بالا یہ شرعی رعایتیں اور دینی حقوق حاصل ہیں ان

رعایتوں کے پاس دلچسپی اور ان حقوق کی ادائیگی کی احادیث مبارکہ میں بڑی مؤثر ترغیب و تاکید بیان ہوئی ہے، ان سب کا شدید تقاضا ہے کہ ہم سب زیادہ سے زیادہ بیماروں کے ادائے حقوق کی کوشش کریں اور حتی الامکان ان کو حاصل رعایتوں کا پاس دلچسپی کریں اور ان کی زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال کریں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب اور خوشنودی حاصل کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مریض کی حالت کے اعتبار سے تیمارداروں کے علاوہ اس کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے بلکہ بعض حالات میں صرف تیمارداروں سے خیریت معلوم کر لی جائے۔

☆☆☆☆☆

مولانا حمید الدین عاقل حسامی کی رحلت

بانی دارالعلوم حیدرآباد مولانا حمید الدین عاقل حسامی نے ۱۲ مارچ ۲۰۱۰ء کی صبح داعی اجل کو لبیک کہا، مولانا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی، آئندہ اپرڈیش کے امیر شریعت اور ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے، وہ ایک معروف عالم دین، خطیب اور واعظ تھے، انہوں نے بڑے پیمانے پر اصلاحی خدمات انجام دیں، اس کے ساتھ تعلیمی اور علمی میدان میں بھی ان کی خدمات اہم رہیں، وہ تقریباً ۶۰ روہائی تک ملت کی خدمت کرتے رہے۔ ان کی وفات پر صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ مولانا عاقل حسامی ایک اہم اور اسلامی شخصیت تھے، انہوں نے مواظظ و خطبات کے ذریعے بہت بڑا اصلاحی کام انجام دیا، پورے جنوب میں ان کا بڑا وقار تھا، وہ بورڈ کے اہم رکن تھے، ان کے مشوروں اور تعاون سے بورڈ کو بڑی تقویت حاصل ہوتی تھی، انہوں نے جو دینی خدمات انجام دی ہیں ان کا اجر آخرت میں ان شاء اللہ حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

Declaration of Ownership & Other Details

Form 4 Rule 8

Name of Paper : Tameer-e-Hayat
Place of Publication: Lucknow
Periodicity of Publication:
Chief Editor : Shamsul Haq Nadwi
Nationality : Indian
Address : Campus Darul Uloom Nadwatul Ulama Taigore Marg, Lucknow U.P. INDIA
Printer & Publisher : Athar Husain
Nationality : Indian
Address : 21, Adnan Palli, Near Hira Public School, Ring Road, Dubagga, Kakori, Lucknow.

I Athar Husain, Printer/Publisher Declare That the above information is correct to the best of my knowledge and belief.

Athar Husain

عالم اسلام

محمد جاوید اختر ندوی

یمنوع میں 240 افراد کا قبول اسلام

سعودی عرب کے ساحلی شہر یمنوع میں ملازمت کی غرض سے مقیم غیر مسلم افراد میں سے گزشتہ ایک سال میں جملہ 230 افراد نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، خبر کے مطابق ان افراد کو اسلام کی جانب راغب کرنے میں مجلس الدعوة الارشاد اور اس سے متعلق مبلغین و دعا کے مسلسل کوششوں کا بڑا دخل ہے، ان مبلغین اور علماء کرام کی کوششوں کی بدولت نہ صرف سعودی عرب میں مقیم غیر مسلم افراد کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے بلکہ ان میں سے ایک قابل ذکر تعداد ہر سال اسلام بھی قبول کر رہی ہے۔

اس سلسلہ میں وزارت برائے اسلامی امور کے زیر اہتمام متعدد زبانوں کے ماہر علمائے کرام پورے انہماک کے ساتھ دعوتی فریضہ انجام دے رہے ہیں اور تقاریر و خطبات کے ساتھ عوام الناس میں دینی معلومات پر مشتمل سی ڈیز، کیسٹ اور مطبوعہ کتب بھی ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کی جاتی ہیں۔

جرمنی میں نو مسلموں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ

جرمنی میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ اب کوئی نئی بات نہیں رہی، ہردن کسی نہ کسی مسجد میں اللہ کا راہ حق سے بھٹکا ہوا بندہ اسلام قبول کر رہا ہے۔

ایک خبر کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں گزشتہ چند برسوں کے دوران تیرہ گنا اضافہ درج کیا گیا ہے، جرمن اخبارات کی رپورٹ کے مطابق 2003ء اور 2005ء کے درمیان صرف ایک سال میں چار ہزار جرمن باشندوں نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، یہ تعداد 2003ء کے مقابلہ میں چار گنا زیادہ تھی، مگر اس تعداد میں تیرہ گنا اضافہ دیکھا گیا ہے، جن میں خواتین کی بھی ایک خاصی تعداد شامل ہے، ایک زمانہ میں خواتین کے اسلام میں داخل ہونے کا ایک سبب ان کا کبھی مسلمان سے شادی کرنا ہوتا تھا مگر اب موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں خواتین کے مسلمان ہونے کی اہم وجہ ان کا دین اسلام سے متاثر ہونا ہے، اور اس کی تعلیمات و احکامات پر مکمل مطمئن ہونا ہے۔

جاپانی عوام میں امریکی فوج سے شدید نفرت کا اظہار

گزشتہ ہفتہ ٹوکیو میں ہزاروں افراد نے جاپان میں امریکی فوج کی موجودگی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ جاپانی سرزمین پر امریکی فوج برداشت نہیں کی جائے گی، مظاہرہ میں عام لوگوں کے علاوہ ہزاروں طلبہ بھی شریک ہوئے، ایک جاپانی اخبار کے مطابق جاپان امریکی فوج پر سالانہ دو ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے، جاپان کے فوجی اڈوں میں وسیع و عریض گولف کلب، فٹ بال اور بیس بال

گراؤنڈ، لکڑی شاپنگ مالز، سپر مارکیٹ اور فاسٹ فوڈ ریستورانس موجود ہیں۔

دنیا بھر میں صحافیوں کا ہتل

انٹرنیشنل پریس انسی ٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق 2000ء سے 2009ء تک 235 صحافی ہلاک ہوئے، 238 ایشیا، 202 مشرق وسطیٰ، 162 امریکہ، 68 یورپ، 53 افریقہ، اور 12 اکریمین ہلاک میں، عراق میں 150، فلپائن میں 93، روس میں 35، پاکستان میں 31، ہندوستان میں 23، صومالیہ میں 22، برازیل میں 18، سری لنکا میں بھی 12 صحافی ہلاک ہوئے، کمیٹی ٹو پروٹیکٹ جرنلسٹس کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال 20 صحافی ہلاک ہوئے جن میں 31 کا تعلق فلپائن سے ہے۔

ہوائی اڈوں میں جامہ فلاحی پر پوپ بندیکٹ کی تنقید

امریکی ہوائی اڈوں پر مسافروں کی جسمانی تصاویر کھینچنے والے آلات (Full body Scanner) کی تنصیب پر مسلم دنیا میں تو احتجاج جاری ہے ہی، کیتھولک عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ بینڈکٹ نے بھی اس پر تنقید کی ہے، دینی کن (Vatican) میں ہوائی اڈوں کی صنعت کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ دہشت گردی کے خطرہ کا سدباب کرتے ہوئے حرمت انسانی کو ہمیں نہیں بھولنا چاہئے، اور عزت نفس کو ہر قیمت پر قائم رکھنا چاہئے۔

4 مئی سعودی ٹی وی چینل

عرب نیوز کی اطلاع کے مطابق نئے ہجری سال کے آغاز پر سعودی عرب نے 4 مئی سعودی ٹی وی چینل اور 15 مارچ ایم ریڈیو اسٹیشن شروع کرنے

کا پروگرام بنایا ہے جن میں دو ٹی وی چینل قرآن و سنت کی نشر و اشاعت کے لیے خاص ہوں گے اور دو پرفیکٹ اور تجارتی پروگرام پیش کئے جائیں گے، حکمران شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی ہدایت پر یہ قدم اٹھایا گیا ہے جس سے پوری دنیا میں لوگ اسلام کی صداقت و حقانیت اور اس کی حیات بخش تعلیمات سے واقف ہوں گے۔

ترک حکومت کا تختہ الٹنے کی

سلاش پر 40 سے زیادہ افراد گرفتار
ترکی میں پولیس نے بحریہ اور فضائیہ کے سابق سربراہان اور دوسرے سینئر فوجی افسروں سمیت چالیس سے زیادہ افراد کو حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ ترکی میں حکومت کا تختہ الٹنے کے الزام میں سیکولر فوج کے حامیوں کی گرفتاری کے لیے یہ سب سے بڑی کارروائی ہے، اس سے پہلے بھی ترک فوج سے تعلق رکھنے والے عناصر کی متعدد مواقع پر اسلام پسند جماعت ”ترقی اور انصاف“ پارٹی کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں ناکام بنائی جا چکی ہیں اور میسوں افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے، ایک نشریاتی ادارہ CNN ترک کی اطلاع کے مطابق گرفتار افراد میں فضائیہ کے سابق کمانڈر ابراہیم فرطینہ، بحریہ کے سابق کمانڈر عزالدین اور نیک اور سابق ڈپٹی چیف آف جنرل اسٹاف جنرل ایرگن سینے گن شامل ہیں۔ مجموعی طور پر سات موجودہ روس اور سات ریٹائرڈ فوجی افسروں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان کی گرفتاریوں کے بعد مسلح افواج کے موجودہ سربراہ جنرل لیکر ہاس بیگ نے اپنا مصر کا دورہ مؤخر کر دیا ہے۔

NTV نے اطلاع دی ہے کہ پولیس نے استنبول، دارالحکومت انقرہ اور ازمیر میں چھاپہ مار کارروائیوں کے دوران حکومت کا تختہ الٹنے کی ”سلیج ہامر“ سازش کے الزام میں ان افراد کو گرفتار کیا ہے اور جن افراد کو انقرہ سے گرفتار کیا گیا ہے، انہیں تحقیقات کے لیے استنبول منتقل کر دیا گیا ہے۔

ترکی اور پڑوسی ملک یونان کے درمیان گزشتہ

کئی برسوں سے سرحدی تنازعات چلے آ رہے ہیں، اور 1996ء میں دونوں ممالک آپجیان کے علاقے میں واقع ایک آئی لینڈ کے تنازعے پر جنگ کے قریب آ گئے تھے، تاہم دونوں کے تعلقات میں گزشتہ ایک عشرہ کے دوران بہتری آئی ہے، اس مہینہ منصوبے کے تحت استنبول میں مساجد اور عجائب گھروں میں بھی بم نصب کئے جانے تھے، جن کے دھماکوں کی صورت میں ملک میں افراتفری پھیلنے، گزشتہ ماہ ایک ترک اخبار ”تعارف“ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے اس سازش سے متعلق پانچ ہزار صفحات پر محیط دستاویزات اور ٹیپس حاصل کی تھیں جن میں 2003ء میں فوج کے حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد اقتدار سنبالنے کا جواز پیش کیا گیا تھا۔

مسلمانوں کی ریاضی اور جیومیٹری

کے فنون میں مہارت، امریکی سائنسدانوں کی منفی تحقیق
امریکی رسالہ ”سائنس“ (Science) کے مطابق ہارورڈ یونیورسٹی کے دو نوجوان محققین پیٹر اور پال اسٹائن ہارٹ نے اپنے تحقیقی مقالے میں لکھا ہے کہ مسلمان نقاشی، ریاضی اور ہندسہ کے پیچیدہ اصولوں سے مغربی دنیا سے پانچ صدی قبل ہی

روشناس ہو چکے تھے، جیومیٹری کی مدد سے وہ فنی لحاظ سے بے عیب نقش و نگار تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے، ان کے مطابق سادہ نمونوں کے لیے گولہ پر کار اور پیمانے سے مدد لی جاسکتی ہے، ان آلات کی مدد کے بغیر پیچیدہ شکلوں کو کاغذ اور دیوار وغیرہ پر اتارنا ناممکن ہے لیکن پانچ صدی قبل مسلمانوں کے ذریعہ جو دیوار اور کاغذ پر تیار کئے گئے نقش نمونے آج بھی بے عیب نظر آتے ہیں، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان ماہروں نے پانچ صدی قبل اس فن میں نئی دریافتیں کی تھیں، واضح رہے کہ سر راجر بین روز نے 1960ء کے عشرہ میں جیومیٹری کا ایک ایسا نمونہ دریافت کیا تھا جس سے بغیر دہرائے بڑے نقش تیار کئے جاسکتے تھے۔

جرمنی میں ائمہ مساجد کی تربیت

کے لئے پہلے مدرسہ کا افتتاح
جرمنی کے دارالحکومت ”برلین“ میں عنقریب ایک اسلامی مدرسہ کا افتتاح ہونے جا رہا ہے جہاں جرمنی زبان میں ائمہ و دعا کو تربیت دے جائیگی۔ مدرسہ کے مدیر نے کہا کہ تعلیم و تربیت کے بعد ان کو سند بھی دی جائے گی جس کی بنیاد پر وہ کسی بھی مدرسہ میں پڑھا سکتے ہیں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ کچھ دنوں میں مدرسہ کارجنیشن بھی ہو جائے گا۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جرمنی کے اندر ایسے

بہت سے مدارس پائے جاتے ہیں جن میں ائمہ و دعا کی تربیت کی جاتی ہے لیکن یہ دارالحکومت ”برلین“ کا پہلا مدرسہ ہے جس میں تعلیم و تربیت کا مکمل انتظام ہو گا اور یہ مدرسہ اپنے تمام کاموں میں خود کفیل اور آزاد ہوگا۔

☆☆☆☆☆

اعلامیہ اکیسواں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، لکھنؤ

ادارہ.....

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو قائم ہونے کے بعد ہر اجلاس عام میں ایک اعلامیہ بھی منظور کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، اس کو بہت پسند کیا گیا اور اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے، اب تک سات اعلامیے منظور ہو چکے ہیں، یہ ساتواں اعلامیہ جو ۲۱واں اجلاس منعقدہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ہے اپنے اندر بڑی معنویت و اہمیت رکھتا ہے، اس میں آپسی اتحاد و اتفاق، عالمی طاقتوں کی دوہری پالیسی، اسرائیل کی بربریت، مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اس جمہوری ملک کے اندر مشترک روایات کے تحفظ کی طرف سربراہان و ذمہ داران کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور مسلمانوں کو اپنے دین و شریعت پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب اور مسلم معاشرہ میں تعلیم کو ہر ممکن عام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ (ادارہ)

اس وقت دنیا امن و امان کی سلسلہ میں ایک عام بے چینی سے گذر رہی ہے، مشرق سے مغرب تک ہر جگہ انسان عدم تحفظ کے احساس سے گزر رہا ہے، اور ساری دنیا میں لوگ اس کے علاج اور تدارک کے لیے کوشاں اور سرگرداں ہیں، لیکن

مدد کر رہے ہیں اور مسلمانوں میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کر رہے۔ اس سلسلہ کو ختم کرنا ملک میں باہمی اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج عالمی طاقتیں ان بنیادی اسباب کی طرف توجہ کرنا نہیں چاہتیں، جو دنیا میں بد امنی کا اصل سبب ہیں، اس کی ایک کھلی ہوئی مثال اسرائیل ہے، جو نسلی امتیاز پر یقین رکھتا ہے، جس نے فلسطین کے بڑے حصہ پر جاہلانہ قبضہ کر رکھا ہے، اور جس کی خون آشامی اور ظلم و بربریت اتنی واضح ہے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، اور جو اقوام متحدہ کی کتنی ہی تجاویز کو نہایت بے شرمی سے مسترد کر چکا ہے، مگر اس کے باوجود اس کے خلاف کارروائی نہیں کی جاتی، اور اس کے نیوکلیئر عزم سے آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں، جب تک انصاف کے لیے انصاف کے دوہرے پیمانے ختم نہیں کیے جائیں گے، اور تمام گروپوں کے ساتھ انصاف اور مساوات کا یکساں رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا، یہ دنیا ہرگز امن و امان کا گوارا نہیں بن سکے گی، اور نفرت کے کانٹوں کی جگہ محبت کے پھولوں کی جگہ نہیں بن سکے گی، اس لیے پوری انسانیت اور خاص کر عالمی طاقتوں کا فریضہ ہے کہ وہ دہشت گردی اور بد امنی کے حقیقی اسباب پر توجہ دیں اور عدل و انصاف کا رویہ اختیار کریں؛ تاکہ غیر سماجی عناصر کے لیے سماج میں جگہ نہیں رہے۔

یہ اجلاس عالم اسلام اور ملت اسلامیہ سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کو تمام علاقائی مفادات سے بالاتر رکھیں، مسجد اقصیٰ کے سلسلہ میں اسرائیل کی جو سازشیں منظر عام پر آ رہی ہیں، وہ نہایت قابل تشویش ہیں، یقیناً اسرائیل کا یہ

اقدام عالمی قانون کی دھجی اڑانے کے مترادف ہے، اور اس پر عالم اسلام اور عالم عرب کی خاموشی انتہائی قابل تاسف ہے، ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ مسلک و مشرب کے اختلافات سے بالاتر ہو کر اس صورت حال کا مقابلہ کرے، اور اپنے مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔

مسلمانان ہند کا یہ نمائندہ اجتماع حکومت ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ ہمارا ملک اتنا عظیم ہے کہ جس سے کئی مذاہب کی تاریخ جڑی ہوئی ہے، ویدک دھرم یہیں پیدا ہوا، اور یہیں اس نے ترقی کی منزلیں طے کیں، اسی سر زمین سے بدھ ازم کا آغاز ہوا، اور یہیں یہ مذہب پروان چڑھا، جین اور پارسی مذاہب کی تاریخ بھی ہندوستان میں بہت قدیم ہے، اسلام عہد نبوی ہی میں ہندوستان پہنچ چکا تھا، گویا روم و ایران سے پہلے اسلام کی روشنی اس ملک میں پہنچ چکی تھی، اور عہد فاروقی میں تو اسلام کے یہاں آنے پر مؤرخین متفق ہیں، پھر جب مسلمان ایران کے راستے ہندوستان پہنچے، تو انہوں نے اسی سر زمین کو اپنا مسکن بنایا، اور اپنے خون جگر سے بیج کر اسے جنت نشان کر دیا، یہیں سکھ دھرم کی پیدائش اور نشوونما ہوئی، غرض کہ یہ ملک مذاہب کا گوارا رہا ہے اور یہی رنگارنگی اس کے حسن کا راز ہے، کچھ اخلاقی قدریں وہ ہیں جن کو تمام ہی مذاہب میں تسلیم کیا گیا ہے، اور جن کی حیثیت مذاہب کی مشترکہ اقدار کی ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ مذہب کی ان مشترکہ مقدس اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں۔

ادھر یہ بات محسوس کی جا رہی ہے کہ گلو بلاؤٹیشن کے نام پر مغربی دنیا نہ صرف اپنا سامان تجارت مشرقی ممالک کی وسیع منڈیوں میں پہنچا رہی

ہے؛ بلکہ اپنے افکار اور اپنی تہذیب کو بھی ترقی پذیر ممالک میں برآمد کرنے کے لیے کوشاں ہے، اور ہندوستان جیسا بڑا ملک جو افرادی وسائل اور علمی و صنعتی ترقی کے اعتبار سے عالمی حیثیت کا حامل ملک ہے، مغرب کے سامنے نہ صرف اپنی معاشی پالیسیوں میں سر تسلیم خم کرتا جا رہا ہے، بلکہ اپنی سماجی قدروں سے بھی منہ موڑنے کو تیار ہے، جس کی ایک مثال ہماری معزز عدالتوں کے بعض وہ فیصلے ہیں جو ماضی قریب میں آتے رہے ہیں، بالخصوص ہم جنسی کے تعلقات پر مبنی فیصلہ، نیز اس فیصلے کے اثر کو زائل کرنے کے سلسلہ میں حکومت کی عدم دلچسپی اور بے توجہی بھی ایک اخلاقی المیہ سے کم نہیں ہے، ایک محبت وطن شہری اور ملک کے یہی خواہ کی حیثیت سے، ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ایسے مخرب اخلاق فیصلوں کو روکیں، اور ان کے خلاف سدراہ بن جائیں نیز ہم اپنی معزز عدالتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ایسے فیصلوں سے گریز کریں جو مذاہب کی مسلمہ قدروں اور ملک کی اخلاقی روایات کے خلاف ہیں نیز اس بات کو بھی ملحوظ رکھیں کہ ان کا منصب قانون کی تشریح ہے نہ کہ وضع قانون؛ خاص کر مذہبی امور کے فیصلوں میں اس کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس مذہب کی مستند و معتبر شخصیتوں کی توضیحات کو بنیاد بنا کر رائے قائم کی جائے اور یہی عدالتوں کی سابقہ روایت رہی ہے۔

بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے مذہب، اپنی ثقافت اور اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتی، وہ اپنے شخصیات کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتی، ہم خود اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کریں اور ہم امید رکھیں کہ دوسرے لوگ ان

تعلیمات کی حفاظت کریں گے، اسے خوش فہمی ہی کہا جا سکتا ہے، اگر مسلمان اپنے مذہب پر خود کار بند رہیں، شریعت پر اپنے آپ کو قائم رکھیں تو کوئی طاقت انہیں اس سے نہیں روک سکتی؛ اس لیے آئیے ہم عہد کریں کہ اپنی شادی بیاہ کی تقریبات کو سنت کے مطابق انجام دیں گے، ہم اسراف اور فضول خرچی سے اپنے آپ کو بچائیں گے، ہم سماجی دباؤ کے ذریعہ بے جا طلاق کے واقعات کو روکیں گے، ہم اپنے خاندانی اور سماجی نزاعات کو حل کرنے کے لیے دارالقضاء سے رجوع کریں گے، اور کتاب و سنت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے، ہم ایک ایسے سماج کی تشکیل کریں گے، جس کی بنیاد انصاف، اخوت، ایثار، حقوق کی ادائیگی، امن و امان اور ایک دوسرے کی رعایت پر ہو، ہم اختلاف رائے کے باوجود اتحاد و اشتراک کے ساتھ ملت کے مسائل کو حل کریں گے، اور اس ملک میں ایک با مقصد اور داعی امت کا کردار ادا کریں گے کہ اسی میں ہماری لیے دنیا کی سرفرازی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی۔

سماجی اصلاح کا موضوع تعلیم سے جڑا ہوا ہے جو گروہ تعلیم سے بے بہرہ ہو اور جس نے جہالت کے سامنے ہتھیار ڈال دیا ہو وہ فکری بے سمتی میں جتنا ہو جاتی ہے اور عمل کے میدان میں پیچھے رہ جاتی ہے اس لئے وقت کا اہم فریضہ ہے کہ ہم اپنے سماج میں تعلیم کو عام کریں، ایک تعلیم یافتہ امت کی حیثیت سے ہماری شناخت قائم ہو اور ہم اس بات کا عملی ثبوت فراہم کریں کہ ہمارا تعلق ایک ایسے پیغمبر سے ہے جو معلم انسانیت ہے اور ایک ایسی کتاب سے ہے جس میں سب سے پہلے علم و قلم کا ذکر کیا گیا ہے اور پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ☆☆☆☆

اکیسواں اجلاس مسلم پرسنل لا بورڈ

محمود حسن حسنی ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اکیسویں اجلاس کے لیے کالی کٹ میں عاملہ کے جلسہ میں جگہ کی بات آئی تو کالی کٹ (کیرالا) اورنگ آباد (مہاراشٹر) دہلی اور لکھنؤ کے نام آئے، مولانا سید سلمان حسنی ندوی رکن عاملہ نے دہلی یا لکھنؤ کو ترجیح دی کہ دہلی ہندوستان کا اور لکھنؤ ہندوستان کے سب سے بڑے صوبہ کا دارالحکومت ہے، جناب ظفریاب جیلانی اور ڈاکٹر قاسم رسول الیاس نے لکھنؤ کو اختیار کرنے کو کہا، اور جنرل سکریٹری بورڈ کی بھی یہی رائے تھی، صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے رفقاء سے مشورہ کر کے رضامندی ظاہر فرمادی جس کا جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے اعلان فرمایا، وہی طور پر تو تیاریاں اسی وقت سے شروع ہو گئیں، عملی طور پر اہل لکھنؤ اس وقت متحرک ہوئے جب لکھنؤ آ کر جنرل سکریٹری بورڈ نے ندوۃ العلماء میں ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی اور اس میں مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کو کنوینر بنا کر جناب شاہد حسین صاحب (ندوہ)، مولانا خالد رشید فرنگی محلی (شہر لکھنؤ) جناب ظفریاب جیلانی (شہر لکھنؤ) اور حاجی شیراز الدین (کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی لکھنؤ) کو رکھا اور یہ پانچ رکنی کمیٹی منظمہ برائے اجلاس لکھنؤ قرار پائی اس کے کچھ دنوں کے بعد مجلس استقبالیہ تشکیل دی گئی بہت سے ناموں پر غور کرنے کے بعد رجم آباد لکھنؤ کے جناب محمد سلیمان صاحب کو صدر مجلس استقبالیہ بنا کر مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کو کنوینر، مولانا خالد رشید فرنگی محلی کو جنرل

سیو پارمنڈل، صحافیوں، انتظامیہ، اور سرکردہ لوگوں کی الگ الگ میٹنگیں ہوئیں، اور مجلس استقبالیہ کی متعدد میٹنگیں اسلامیہ ڈگری کالج میں منعقد ہوئیں، شہر کانپور، رائے بریلی میں ہر خاص و عام میں وہ جوش و جذبہ پیدا ہوا جو کبھی تحریک خلافت کے موقع پر رہا ہوگا، اسی طرح سلطان پور، پرتاپ گڑھ، بارہ بنکی، سینا پور، بہرائچ وغیرہ کا بھی یہی حال رہا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لیے ایسے کسی اجلاس کا انعقاد کوئی نئی بات نہ تھی، ۱۹۷۵ء میں پچاسی سالہ جشن تعلیمی، ۱۹۲۸ء میں جمعیتہ علماء ہند کا اجلاس اور پھر ۱۹۹۵ء میں اصلاح معاشرہ کانفرنس اور ۱۹۹۹ء میں قادیانیت کے خلاف عالمی کانفرنس، اور ۱۹۸۱ء، ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۶ء کی ادبیات کے موضوع پر رابطہ ادب اسلامی کی بین الاقوامی کانفرنس ایک تاریخ رقم کر چکی تھیں، اسی طرح دینی تعلیمی کانفرنس بھی ندوہ کی یادگار کانفرنس تھی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا بھی یہاں ۲۰۰۰ء میں ایک اجلاس ہو چکا تھا جس میں صدر بورڈ کا انتخاب بھی ہوا تھا اس کے علاوہ عاملہ کی متعدد میٹنگیں ہو چکی تھیں، ندوہ اور شہر لکھنؤ نے جی بھر کے تعاون پیش کیا تھا، یہ ۲۱ درواں اجلاس متعدد نوعیتوں سے بڑی اہمیت کا حامل تھا، اور اس کی توقع کی جا رہی تھی کہ ممبران اور مدعوین کی بڑی تعداد شریک ہوگی، اور مزید اور بھی مہمان آئیں گے، پھر بھی ۵۰۰ کا اندازہ تھا اور ۸۰۰ کے قریب تک پہنچے، امتحان پہلے کرا کر ان دنوں چھٹی ندوہ کی انتظامیہ نے کر دی تھی، ہاسٹل خالی کر دیئے گئے، چنانچہ رواق مہجد القرآن، رواق اطہر، رواق سلیمانی، کے ہاسٹل مہمانوں کے لئے چشم براہ رہے، وہاں استقبالیہ کے طور پر ہر دارالاقامہ میں ایک کاؤنٹر بنادیا گیا، جہاں اساتذہ اور طلبہ کی ایک جماعت رہتی، ان سب کے ذمہ دار اعلیٰ استاذ محترم مولانا عبدالعزیز بیٹھکی ندوی معاون علمی مدیر

دارالعلوم تھے، اور ان کے خصوصی معاونین مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری، مولانا فخر الحسن ندوی، مولانا فخر الدین طیب ندوی، مولانا محمد ابراہیم ندوی، مولانا محمد اسلم مظاہری وغیرہم تھے۔

مہمانوں کی راحت کے لیے نہانے دھونے کے سامان بھی مہیا کئے گئے اور کھانے پینے کا نظام ان کی طبیعتوں کا خیال کر کے بنایا گیا، تاکہ مہمانوں کو کسی ضرورت اور تقاضے کی تکمیل کے لیے خود تک درد نہ کرنی پڑے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، البتہ کچھ مہمان نے قیام ہوئے کا اختیار کیا، لیکن انہوں نے اپنا خرچ خود ہی برداشت کیا، مہمانوں کے لیے گاڑیوں کا بندوبست بھی بڑا اچھا تھا، جناب مسعود جیلانی صاحب، امیر خالد صاحب اور فیض الدین صاحب اس کے ذمہ دار تھے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کا دفتر بھی بڑا مستعد رہا، اور ان کے ارکان نے دن رات ایسی محنت کی جو انہی کا حق تھا، اصلاح معاشرہ کمیٹی کا دفتر موگیٹر سے آیا تھا۔

جمعہ کو بعد نماز عصر ایک خصوصی میٹنگ عہدے داران بورڈ کی ہوئی جس میں وہ باتیں طے کی گئیں جو اگلی نشستوں میں پیش کی جانی تھیں، پہلی نشست افتتاحی نشست تھی جو بعد نماز مغرب مولانا معین اللہ ندوی ہال میں ہوئی، جس میں عہدیداران، مجلس عاملہ کے ممبران، اساسی و میقاتی ارکان اور مدعوین خصوصی شریک تھے، بعد کی نشستیں محدود تھیں۔

افتتاحی نشست میں صدر محترم کا خطبہ صدارت پیش ہوا جس پر اہم ارکان نے اظہار خیال کیا، مولانا جلال الدین النور عمری (امیر جماعت اسلامی ہند) مولانا مفتی اشرف علی (بنگلور)، مولانا سید محمد ولی رحمانی، نائب صدر مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا سید کلب صادق، مولانا کاسعید احمد عمری، اور مولانا فخر الدین اشرف قابل ذکر ہیں۔

کا انتخاب اور اساسی و میقاتی ارکان کی جو جگہیں خالی ہوئی تھیں ان کو پُر کرنے کا معاملہ حل ہوا، اور صدارت کی مدت ختم ہونے پر تجدید یا تبدیلی کا مسئلہ تھا، جمعہ ارکان بورڈ نے مکمل اتفاق رائے سے تجدید کے حق میں رائے دیتے ہوئے پھر سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کو صدارت کے لیے منتخب کیا، اور اس طرح تیسری بار پھر وہ بلا مقابلہ منتخب ہوئے، جس پر ارکان بورڈ نے بڑی ہی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا، اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ بورڈ اس مسئلہ میں ایک بار پھر کسی بھی طرح کے نزاع سے محفوظ رہا۔

مغرب بعد جنرل سکریٹری بورڈ کی رپورٹ پیش کی گئی، اس نشست میں ممبران بورڈ کے ساتھ مدعوین بھی شریک تھے، رپورٹ بڑی ہی جامع، پر مغز تھی اور بورڈ کی سرگرمیوں کا پورا احاطہ کیا گیا تھا، پھر بھی بعض ارکان نے بعض اہم پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی، اور کچھ نئے مسائل سامنے رکھے، نشست بڑی کامیاب رہی۔

تیسرے دن اتوار کو دن کی نشست میں ذیلی کمیٹیوں کے تمام کنوینروں نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں، اصلاح معاشرہ کمیٹی کی رپورٹ مولانا سید محمد ولی رحمانی نے، تفہیم شریعت کمیٹی کی رپورٹ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے، دارالقضاء کمیٹی کی رپورٹ مولانا عتیق احمد بستوی نے اور بابر می مسجد مقدمات سے متعلق رپورٹ جناب ظفریاب جیلانی نے، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، یوسف حاتم محمد صاحب، عبدالقدیر ایڈووکیٹ صاحب، کمال فاروقی صاحب، ڈاکٹر منظور عالم صاحب، پروفیسر فکلیل صدیقی صاحب، مولانا یحییٰ علی عثمانی، محمد ادیب صاحب (ایم پی) نے اظہار خیال کیا، مولانا سید محمد ولی رحمانی نے آخر میں کہا کہ ہمیں ہندوستان میں مکمل شریعت کے ساتھ رہنا ہے، اور یہاں کا دستور اس کی پوری اجازت دیتا ہے اس کے

بعد مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھنؤ کا اعلامیہ پیش کیا، اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے ممبران کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے میرا انتخاب فرمایا میں معذرت کا ارادہ رکھتا تھا لیکن میں نے اس لیے قبول کر لیا کہ آپ لوگ اس کو ناخوش گواری پر محمول نہ کریں، آپ حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس ذمہ داری کو اٹھانے کی قوت اور اس کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صدر محترم ہی کی دعا پر جلسہ اختتام کو پہنچا اور کبھی بڑے خوش و خرم اپنے مالک کا شکر ادا کرتے ہوئے نشستوں سے اٹھے اور نماز ظہر ادا کی۔

عظیم الشان جلسہ عام

بورڈ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اس کے اجلاس کے ساتھ ایک عظیم الشان جلسہ عام کا انعقاد شہر کے وسیع و عریض میدان میں منعقد ہوتا ہے جس کی صدارت صدر بورڈ کرتے ہیں اور افتتاحی خطبہ جنرل سکریٹری بورڈ دیتے ہیں، اس کی تیاری زور و شور سے دو مہینہ سے جاری تھی، اور اس کے لیے استقبالیہ کے ارکان نے رات دن ایک کر دیا تھا، اور دوسرے اضلاع کے اصلاح معاشرہ کمیٹی سے متعلق ذمہ داروں، ندوہ اور بورڈ کے خیر خواہوں نے ایک اہم ملی مسئلہ سمجھ کر اور شریعت کے تحفظ کے کام میں حصہ لینے کے جذبہ سے پوری سعی و کوشش سے کام لیا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ اضلاع سے بسوں، کاروں، ٹریوں اور دوسری سواریوں کے ذریعہ جوق در جوق لوگ لکھنؤ پہنچنے اور اہل لکھنؤ نے بازار بند کر کے پورے طور سے شرکت کا مظاہرہ کیا، اور ضیافت کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کیا جس کی نظیر نہیں، کھانے پینے کی اشیاء، جگہ جگہ رکھیں، اشغال لگائے، ہوٹل قائم کئے، شربت کی سہیلیں لگائیں، راستہ بتانے والے مقرر کئے، ممبران اور مہمانوں کو اسٹیج تک پہنچانے کا شاعر لقمہ و نسق قائم کیا، اور اسٹیج پر لکھنؤ کی تہذیب کا نمونہ پیش کرتے ہوئے چائے، پانی، پان، شربت کا وہ

یہاں کا دستور اس کی پوری اجازت دیتا ہے اس کے

انتظام کیا جو دیکھنے کے قابل تھا، اسراف سے بچتے ہوئے نفاست کا دامن نہ چھوڑتے ہوئے بڑے آداب و تہذیب کے ساتھ ایک ایک چیز پیش کی جاتی تھی۔ جب حضرت صدر بورڈ تشریف لائے تو مجمع کی خوشی کی انتہا نہ رہی، گاڑی کو اسٹج تک لایا گیا اور ایسا نمونہ کا استقبال کیا کہ حیدرآباد کی یاد تازہ ہو گئی جہاں ان کا پہلا انتخاب ہوا تھا، اور جب اسٹج پر پہنچے لگے تو اس وقت بریلوی کتب فکر کے عالم مولانا اورسین بستوی خطاب فرما رہے تھے، انہوں نے نعروں کی گونج میں زبردست استقبال کیا، پورا مجمع کھڑا ہو گیا، اور اپنے میر کارواں کو خوش آمدید کہا، لیکن حضرت صدر بورڈ کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی اس لیے وہ خطاب نہ فرما سکے، البتہ خصوصی نشستوں کے اختتام پر جو فصیح فرمائی وہی فصیح اس مجمع کے لیے بھی تھی جس کا خلاصہ پیش ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے یہاں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی، تہہ ہو کر اس سلسلہ میں جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو ادا کرنے کا فیصلہ کریں، ہم جتنی کوشش کریں گے اتنی ہی اللہ کی رحمت ہمیں حاصل ہوگی، ہمارے مسائل کا سب سے بڑا حل یہ ہے کہ ہماری زندگی اللہ کے حکموں سے قریب تر ہو، ہم اس بات پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا یہ اجلاس اس کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا، ہم پوری تاریخ دیکھتے آئے ہیں کہ جس نے ہمت اور حسن تدبیر سے کام لیا، وہ غالب آیا، سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ یہ عرب جو تعلیم سے دور تھے، امام بن گئے، اور سب سے زیادہ تعلیم یافتہ سمجھے گئے، مسلمانوں نے ہمت، حسن تدبیر، اور قربانی سے جب جب کام لیا تو کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔“

جلسہ عام کی خاص بات یہ رہی کہ اس میں تمام مکاتب فکر، مسالک مشارب، مدارس، تحریکات اداروں کی بھرپور نمائندگی رہی، مقررین اور سامعین کے دونوں کے اعتبار سے، کیت اور کیفیت دونوں

کے لحاظ سے مجمع کی تعداد اخباروں نے دس لاکھ لکھی، اخبارات مبالغہ کرتے ہیں لیکن زیادہ مبالغہ نہیں کیا، سات لاکھ کی تعداد پر تو اتفاق ہے لکھنؤ کی تاریخ میں یہ پہلا اتنا بڑا جلسہ تھا، جب جناب ظفر یاب جیلانی نے اختتام جلسہ پر شکر یہ ادا کیا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ پچاس سال کی تاریخ میں ہم نے تو ایسا مجمع نہیں دیکھا، مولانا انیس الرحمن قاسمی ناظم امارت شرعیہ بہار نے کہا کہ اس شان بان کے ساتھ اجلاس اور جلسہ عام حیدرآباد میں ہوا تھا یا پھر اب لکھنؤ میں ہوا اور لکھنؤ سب سے آگے نکل گیا، مولانا سید محمد ولی رحمانی سکریٹری بورڈ اور مولانا محمد سالم قاسمی نائب صدر بورڈ نے اگلے روز ندوۃ العلماء کی مجلس منتظہ میں کھل کر اعتراف کیا کہ جس طرح انتظام کیا گیا اس میں ندوہ اور اہل لکھنؤ نے مثال قائم کر دی، اور یہ اجلاس اساتذہ، طلبہ اور حضرت ناظم صاحب کے حسن انتظام، حسن ذوق اور حسن سلیقہ کا مظہر جمیل تھا، جلسہ عام کی خاص بات یہ بھی رہی کہ اتنا بڑا مجمع لیکن کوئی ہنگامہ اور بے لگانہ پن سامنے نہیں آیا، مجمع سکون سے بیٹھا رہا یہاں تک کہ رات کے دو بج گئے، اور سکون سے اپنی اپنی جگہوں پر گیا، نمازوں کا اہتمام رہا، مغرب و عشاء کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں، شہر کی تمام تنظیموں اور ملی رفاہی اداروں نے بھرپور ساتھ دیا، تبلیغی جماعت کے افراد راحت پہنچانے میں بڑے مستعد رہے، اور نماز وضو وغیرہ کے سلسلہ میں ان کی کوششیں بڑی قابل قدر ہیں، دو تین جماعتیں دعا اور اعکاف مسجد میں رہیں تاکہ یہ عظیم اجلاس اور جلسہ عام بحسن و خوبی اختتام کو پہنچے۔

مقررین میں کس کس کا ذکر کیا جائے، لمبی فہرست ہے، مولانا یحییٰ علی عثمانی بدایونی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، محمد اویب صاحب (ایم پی)،

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی، مولانا عبدالوہاب خلیلی، مولانا اورسین بستوی، کی تقریروں نے حرارت ایمانی سے خوب گرمایا، مولانا کا سعید احمد عمری، مولانا سید فخر الدین اشرف کچھوچھوی، مولانا سید ولی رحمانی، مولانا طیب الرحمن آسامی، مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا جلال الدین عمری، مولانا محمد الیاس ندوی بھنگلی، مولانا تقی الدین ندوی، مولانا شاہ قمر الزماں الہ آبادی نے ایمان و یقین اور اصلاح نفس سے دل کو پگھلایا، اور ڈاکٹر قاسم رسول الیاس، ڈاکٹر سعید عالم قاسمی، مولانا سلیمان سکندر نے بڑی اہم باتیں کہیں، ساتھ میں مولانا کلب صادق اور مولانا کلب جواد کی تقریروں نے اتحاد و اجتماعیت کا حکومت کو یہ پیغام دیا کہ یہ سمجھنا ایک فریب ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف گروہوں میں بٹ کر سر بہ گریباں ہے، گروہ ضرور ہیں لیکن اللہ، رسول اور قرآن و شریعت کے نام پر سب ایک ہیں اور کسی میں کوئی دراڑ نہیں، مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے آخری تقریر فرمائی جس میں اسلام کے عائلی نظام، اخلاقی پیغام کو بڑے جامع و واضح انداز میں پیش فرمایا، ان سے قبل مولانا سید بلال عبدالحی حسینی ندوی نے مکمل اسلام کو بڑے اختصار و جامعیت کے ساتھ پیش کیا، عہدے داران بورڈ میں مولانا سالم قاسمی کی بھی تقریر ہوئی جس میں علم و عشق اور ربانیت و للہیت پر بڑا زور تھا۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے نظامت کا حق ادا کیا، مولانا رضوان احمد ندوی ان کے معاون تھے جب کہ خطبہ استقبالیہ مولانا خالد رشید فرنگی بھنگلی نے پیش کیا جو مجلس استقبالیہ کے جنرل سکریٹری تھے، جلسہ میں مولانا حکیم عبداللہ مفتی، مولانا عبداللہ کاپوروی، مولانا سید محمد حمزہ حسینی ندوی، سید حسین صاحب ایڈیشنل

ایڈوکیٹ جنرل اتر پردیش، ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی اور دیگر اہم افراد موجود تھے۔ اس موقع پر دو کتابوں کا رسم اجراء بھی ہوا ”مجموعہ فتاویٰ علامہ عبدالحی فرنگی بھنگلی“ اور مولانا سید محمد واضح رشید حسینی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء کی ”محسن انسانیت“ کا، جلسہ کا آغاز قاری قمر الدین دارالعلوم فرنگی محل کی تلاوت سے ہوا، اور رکن بورڈ مولانا محفوظ الرحمن اورنگ آبادی نے بڑے درد سوز کے ساتھ نعت پیش کی اور انیس پر خاصوی الہ آبادی صاحب نے بھی اپنے اشعار اور اذان سے مجمع کو مسحور کیا۔

دعا حضرت امیر شریعت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ کی دل سے نکلے الفاظ سے ہوئی، ایک ایک حرف دل پر اثر کر رہا تھا، اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ایمان و یقین سے بھرپور یہ دعا قبول ہوتی جا رہی ہے، قبولیت کے انوار ظاہر و باہر تھے، جو اشارہ دے رہے تھے کہ انشاء اللہ یہ تمام کوششیں عند اللہ مقبول ہیں جو اس اجلاس اور جلسہ عام کے تعلق سے ہوئی ہیں۔ والغیب عند اللہ

مجلس تشکر

اجلاس لکھنؤ کی کامیابی کی ہر طرف سے مبارک باد دی جانے لگی، ہر شخص شاداں و فرحاں نظر آ رہا تھا، کہ اللہ نے کس حسن و خوبی کے ساتھ یہ اجلاس منعقد کرایا، اور کیت و کیفیت دونوں اعتبار سے یہ اجلاس مثالی اجلاس بن گیا، چنانچہ اہل لکھنؤ اور استقبالیہ کے ارکان نے جو محنت و کاوش کی ان کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے عباسیہ ہال (دارالعلوم ندوۃ العلماء) میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا، جلسہ کی نظامت صدر مجلس استقبالیہ محمد سلیمان رحیم آبادی صاحب نے کی اور کہا کہ جی تو چاہتا ہے کہ جو محنتیں و کاوشیں کی گئیں ان کی روداد بتائی جائے لیکن وقت نہیں ہے، بہر حال اس سے لکھنؤ میں ایک تاریخ بنی ہے۔

جلسہ کی کامیابی کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ناظم ندوۃ العلماء کے نام کے جڑے ہونے کو اہمیت دی، اور کہا اسی لیے لوگ جوق در جوق جمع ہوئے اور جب حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی مدظلہ جلسہ گاہ تشریف لے گئے تو جو لولہ، جذبہ، جوش لوگوں میں تھا اس کی ایک لہر دوڑ گئی، تمام استقبالیہ کے ارکان کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ان کی دوڑ دھوپ کو بڑا دخل تھا۔

اور مزید کہا کہ مولانا عبدالعزیز بھنگلی ندوی ان کے رفقاء، ندوہ کے اساتذہ اور طلبہ نے جو کوششیں کیں اس نے وہ اثر چھوڑا ہے جو مٹ نہیں سکتا، مہمانوں کو دو بجے رات کو بھی کسی چیز کی ضرورت پڑی وہ پیش کر دی گئی مہمان بڑے رطب اللسان ہیں۔

میر کارواں حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی دامت برکاتہم نے بعد حمد و صلاۃ فرمایا: بھائی عزیزو اور دوستو! ہم آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں، آپ حضرات تشریف لائے اور آپ حضرات نے اجلاس کی کامیابی کے سلسلے میں جو تعاون دیا وہ واقعی مثالی تعاون ہے، جب اجلاس لکھنؤ میں طے ہو رہا تھا مجھے بہت تردد تھا، کہ لکھنؤ سے وہ تعاون نہ مل سکا تو بڑی بدنامی ہوگی، اس لیے تذبذب و تردد تھا، مہمانوں کی راحت کا بھی بڑا خیال تھا اس لیے کہ بعض ایسے مہمان ہوتے ہیں جو معمولی جگہ پر نہیں ٹھہر پاتے، حالانکہ اکثر ایسے نہیں ہوتے، پھر بھی سب کا خیال کرنا پڑتا ہے، آپ حضرات نے اپنی محنتوں، کوششوں، حوصلہ مند یوں سے اس اجلاس کو مثالی اجلاس بنا دیا، جو مہمان آئے وہ بڑے رطب اللسان ہیں اور تحریف کر رہے ہیں، ہمارے بھائی سلیمان صاحب نے ہمارا اور ندوہ کا ذکر کیا اس کی ضرورت نہیں تھی، ندوہ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی تو اس کو یہ ذمہ داری انجام دینا ہی تھی، اصل

بات یہ ہے کہ اگر آپ لوگوں کا تعاون نہ ملتا تو ہم یہ کامیابی حاصل نہ کر سکتے، جہاں تک اختلاف رائے کا تعلق ہے تو رائے کا اختلاف آپسی اختلاف کا ذریعہ نہیں بننا اور نہ بنا چاہئے کہ جس سے کشمکش ہو اور دلوں میں غبار آئے، رائے کا اختلاف اچھی چیز ہے اس سے مسائل حل ہوتے ہیں اور مشکلات دور رہتی ہیں، خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ بات اسی حد تک رہی اور آپسی تعلق و محبت برقرار رہی، یہ وصف الحمد للہ ہمارے بورڈ کو بھی بڑی حد تک حاصل ہے، بورڈ کے ذمہ داران اور ارکان کو یہ بات حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے پیش کرتے ہیں، لیکن رائے تھوپتے نہیں ہیں، ہمارے شہر کے لوگوں نے جس اتحاد و اتفاق کے ساتھ اس اجلاس کی پذیرائی کی یہ بڑی لائق شکر بات ہے کہ اللہ ہی نے اس کی توفیق دی، اللہ کا فضل رہا کہ بڑی تعداد میں ارکان شریک ہوئے، اسی طرح بڑی تعداد میں مدعوین خصوصی آئے، اور سبھی خوش ہو کر گئے، اہل لکھنؤ نے جو معاملہ کیا اس کی سبھی کو بڑی قدر ہے، یہاں سے جو پیغام گیا اس سے بورڈ کی قیمت بڑھے گی، ہم کو دستور کی طرف سے شریعت پر عمل کرنے کا جو اختیار حاصل ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے بورڈ محنت کرتا ہے تاکہ شریعت کا تحفظ ہو، اور حکومت یہ محسوس کرے کہ ان مسائل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور کورٹ کو یہ باور کرایا جائے کہ وہ شریعت کے مسائل معلوم کر کے فیصلے دے، بورڈ کی ذیلی کمیٹیاں اپنا اپنا کام کر رہی ہیں، لیگل سیل کمیٹی عدالتی فیصلوں پر نظر رکھتی ہے، وہ دیکھتی ہے کہ کوئی ایسا فیصلہ نہ آئے جو شریعت سے متصادم ہو، آپ حضرات کا جو تعاون ملا وہ بورڈ کی تقویت کا ذریعہ بنے گا، یہ مجلس شکر یہ کہ اہل لکھنؤ نے جو محنت کی ہے وہ بڑی قابل قدر ہے۔

☆☆☆☆☆

اجلاس بورڈ - چند جھلکیاں

محمد جاوید اختر ندوی

☆ تحریک ندوۃ العلماء اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اغراض و مقاصد میں بڑی حد تک یکسانیت ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اسکی صدارت ۱۹۸۳ء میں قبول فرمائی (اسکی روداد خود انہوں نے کاروان زندگی کے اندر لکھی ہے) اور تا وقت مکمل ۷ برسوں تک اسکی صدارت ہے، اے جائیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۲۰۰۲ء میں بورڈ کے صدر بنائے گئے، اور اب پھر مسلسل تیسری میقات کے لئے صدر منتخب کئے گئے ہیں لیکن اب تک لکھنؤ میں بورڈ کا اجلاس عام منعقد نہیں ہوا تھا، اسلئے جب اکیسویں اجلاس کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب ہوا تو یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنان و خدام میں عجیب و غریب خوشی محسوس کی گئی۔

☆ اجلاس کے پیش نظر ندوہ کی پیشتر عمارتوں کی چونا کاری اور تزئین کی گئی، دارالعلوم کی مرکزی عمارت جس پر ایک صدی کا طویل عرصہ بیت چکا ہے سب سے پہلے اسکے حسن کو دوبالا کیا گیا اور اسکا عبا یہ ہال جو اپنی مثال آپ ہے اس ہال کے حسن نے واقعی سب کو اپنا اسیر اور گرویدہ بنا لیا اور گویا یہ ایک شہستان رنگ و نور بن گیا۔ ہر شخص اسکی تعریف میں رطب اللسان تھا، ۱۹۵۳ء میں جب عالم عربی کے نامور اور صاحب طرز انشاء پرواز ادیب علی طنطاوی پہلی بار لکھنؤ آئے اور ندوہ تشریف لائے تو انہوں نے اس عمارت کے حسن سے متاثر ہو کر اسکی تعریف میں کہا تھا کہ "کناہا قصر من قصور الاندلس" (ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اندلس کا قصر شامی ہو) اسی کے ساتھ دوسری عمارتوں کی بھی مرمت کا کام ہوا۔

☆ اجلاس کے پیش نظر ندوہ کی پیشتر عمارتوں کی چونا کاری اور تزئین کی گئی، دارالعلوم کی مرکزی عمارت جس پر ایک صدی کا طویل عرصہ بیت چکا ہے سب سے پہلے اسکے حسن کو دوبالا کیا گیا اور اسکا عبا یہ ہال جو اپنی مثال آپ ہے اس ہال کے حسن نے واقعی سب کو اپنا اسیر اور گرویدہ بنا لیا اور گویا یہ ایک شہستان رنگ و نور بن گیا۔ ہر شخص اسکی تعریف میں رطب اللسان تھا، ۱۹۵۳ء میں جب عالم عربی کے نامور اور صاحب طرز انشاء پرواز ادیب علی طنطاوی پہلی بار لکھنؤ آئے اور ندوہ تشریف لائے تو انہوں نے اس عمارت کے حسن سے متاثر ہو کر اسکی تعریف میں کہا تھا کہ "کناہا قصر من قصور الاندلس" (ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اندلس کا قصر شامی ہو) اسی کے ساتھ دوسری عمارتوں کی بھی مرمت کا کام ہوا۔

☆ اجلاس کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب ہوا تو یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنان و خدام میں عجیب و غریب خوشی محسوس کی گئی۔

جلسہ کے علاوہ جو عبا یہ ہال میں ہوئے، سارے جلسے یہیں منعقد ہوئے، عبا یہ ہال کی ازسرنو پینٹنگ ہوئی، نیچے سبز کارپیٹ بچھایا گیا اور نئی کرسیاں لگائی گئیں تو اسکا حسن دو بالا ہو گیا، یہیں پر ۲۰ مارچ کو ارکان اور صدر بورڈ کا انتخاب ہونا تھا، شرکاء اس کو دیکھ کر مسحور ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

☆ اس موقع پر اس بات کا تذکرہ ہے جانہ ہوگا کہ مادر علمی کے "کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی" کے لئے بھنگلی فضلاء ندوۃ العلماء نے ایک جنریٹر (Generater) ہدیہ کیا۔

☆ دارالعلوم میں ۱۶ مارچ کو امتحان کے بعد چھٹی ہو چکی تھی، امتحان ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل ہی رواق مجہد القرآن، رواق الطہر، رواق سلیمانی خالی کر دیئے گئے تھے، داخلی انتظامیہ کمیٹی کے کنوینر مولانا عبدالعزیز ندوی بھنگلی نے صفائی مہم شروع کرائی، ۱۶ مارچ کو روضا کا رطلہ اور اساتذہ کی میٹنگ ہوئی اور ہر ایک کو ان کی ذمہ داری تقسیم کر دی گئی، ۱۷ مارچ کو تمام کمرے آراستہ کر دیئے گئے اور تمام انتظامات مکمل ہو گئے، اسی روز بورڈ کے مرکزی دفتر دہلی اور جنرل سکریٹری بورڈ کے دفتر پٹنہ کے ذمہ داران بھی آ گئے۔

☆ اجلاس کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب ہوا تو یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنان و خدام میں عجیب و غریب خوشی محسوس کی گئی۔

☆ اجلاس کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب ہوا تو یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنان و خدام میں عجیب و غریب خوشی محسوس کی گئی۔

تنازعات کے تصفیہ کے لئے دارالقضاء کمیٹی، سماجی اصلاحات کے لئے اصلاح معاشرہ کمیٹی، قانونی کمیٹی اور شریعت اسلامی کی باریکیاں سمجھانے کے لئے تفہیم شریعت کمیٹی جو ماہرین قانون اور ججوں کو شریعت کی اہم باتوں سے واقف کراتی ہے۔

☆ افتتاحی اجلاس کی خاص بات یہ رہی کہ نائب صدر بورڈ مولانا ڈاکٹر کلب صادق نے تمام حاضرین کے سامنے یہ بات کہی کہ "شیعہ پر مسل لا بورڈ" کے صدر مرزا محمد اطہر سے میری بالمشافہ بات چیت ہوئی انہوں نے کہا کہ ہمارا بورڈ "آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ" کا متوازی نہیں ہے بلکہ ہم تمام مشترکہ امور میں اسی بورڈ کی بات مانتے اور اسی کی تائید کرتے ہیں، ہم نے اپنا بورڈ صرف تعلیمی اور رفاہی سرگرمیوں کے لئے قائم کیا ہے اور کوئی ہمارا دوسرا مقصد نہیں ہے۔

☆ جمعہ کے روز تمام مہمانوں کو ندوۃ العلماء کی طرف سے عشائیہ بھی دیا گیا۔

☆ ۲۰ مارچ کو صبح ۱۹ بجے سے ظہر تک عبا یہ ہال میں دو نشستیں منعقد ہوئیں، پہلی نشست میں صرف ارکان اساسی شریک ہوئے، اسکی صدارت صدر بورڈ نے کی، اور ۱۱:۳۰ پر جب دوسری نشست شروع ہوئی جس میں بعض خالی نشستوں کے لئے ارکان اور صدر کا انتخاب ہونا تھا تو صدر محترم ہال سے چلے گئے، نائب صدر مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق نے بڑی خوبصورتی سے نہایت عمدہ انداز میں صدارت کے مسئلہ کو پیش کیا اور ابھی ان کی بات مکمل ہو بھی نہیں پائی تھی کہ تمام ارکان نے بیک آواز کہا کہ صدارت کے لئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ہی موزوں ہیں، یہی نہیں بلکہ ارکان اپنی کرسیوں سے اٹھ کر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے نام پر اپنی تائید ظاہر کرنے لگے۔

☆ اس دوران چونکہ مدعوین خصوصی خالی تھے اس لئے اصلاح معاشرہ کا جلسہ مولانا معین اللہ ندوی ہال میں رکھا گیا اور اس میں بڑی اہم باتیں

سامنے آئیں اور مختلف صوبوں کے ذمہ داروں نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں، اس طرح یہ وقت بھی مفید رہا۔

☆ بعد نماز مغرب مولانا معین اللہ ندوی ہال میں چوتھی نشست منعقد ہوئی جس میں جنرل سکریٹری کی مفصل رپورٹ پیش کی گئی، جسے معاون جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے پڑھ کر سنایا، ارکان نے اس پر اظہار خیال بھی کیا اور رپورٹ کو بڑا جامع اور پر مغز قرار دیا۔

☆ ۲۱ مارچ کو مولانا معین اللہ ندوی ہال میں آخری نشست منعقد ہوئی جس میں تمام سابقہ امور پر غور کیا گیا اور بورڈ کی کمیٹیوں کے کنوینر حضرات نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں، اس میں مجموعہ قوانین اسلامی کی ترتیب نو اور مختلف مسالک کے فقہ کا اضافہ بھی کیا گیا چنانچہ فقہ شافعی، فقہ سلفی اور فقہ جعفری کا اضافہ کیا گیا، فقہ شافعی کی ترتیب مولانا عبدالباری ندوی، فقہ سلفی کی مولانا عبدالوہاب خلیلی، اور فقہ جعفری کی مولانا ڈاکٹر کلب صادق کے ذمہ تھی۔

☆ اس آخری نشست سے خطاب کرتے ہوئے صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے فرمایا کہ "آپ حضرات نے تیسری میقات کے لئے بحیثیت صدر میرا انتخاب کیا ہے حالانکہ میری صحت ساتھ نہیں دیتی اسلئے میں معذرت کا ارادہ رکھتا تھا لیکن میں نے اس لئے قبول کر لیا کہ لوگ اس کو آپسی ناخوشگواری پر محمول نہ کریں اور کہیں اس کا یہ پیغام نہ جائے کہ بورڈ کے اندر بھی اختلاف ہے۔ اب جب آپ حضرات نے میرا انتخاب کیا ہے تو آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی قوت اور توفیق عطا فرمائے۔"

☆ اس کے بعد لکھنؤ اعلامیہ پڑھ کر سنایا گیا جس کی حاضرین نے مکمل تائید کی اور صدر محترم ہی کی دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

☆ اس بار انتخاب میں بورڈ کا دائرہ کار مکمل، لداخ، ہیکھالیہ اور تری پورہ تک بڑھا، مجلس عاملہ میں پانچ خواتین اراکین کو شامل کیا گیا، اسی طرح اب بورڈ

میں اراکین پارلیمنٹ کی تعداد بڑھ کر آٹھ (۸) ہو گئی ہے، اس بار صدر سمیت چالیس اراکین کا انتخاب کیا گیا جبکہ مجلس عاملہ میں اراکین کی تعداد صدر سمیت (۴۱) سے بڑھا کر (۵۱) کر دی گئی۔

☆ ۲۱-۲۲ کو بعد نماز مغرب عید گاہ عیش باغ کے وسیع و عریض میدان میں جلسہ عام کا انعقاد کیا گیا، یہ جلسہ لکھنؤ کا تاریخ ساز جلسہ ثابت ہوا، لاکھوں کی تعداد میں دور دراز علاقوں سے فرزندان توحید شریک ہوئے، اخبارات کی رپورٹ کے مطابق ۱۰ لاکھ کے قریب افراد شریک ہوئے اگر مبالغہ پر محمول کرتے ہوئے اس کی آدھی تعداد مان لی جائے جب بھی لکھنؤ میں ماضی کی پچاس ساٹھ سالہ تاریخ میں اتنی بڑی تعداد میں کسی دینی اجلاس عام میں لوگ شریک نہیں ہوئے، اور اس تاریخی اجلاس سے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء نے خطاب کیا۔

☆ اس جلسہ میں ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے ایک اسٹیج پر جمع ہو کر اتحاد اسلامی کی جو مثال پیش کی تاریخ اسکو کبھی فراموش نہیں کر سکتی، پورے اتر پردیش سے مسلمانوں کا ایک جم غفیر لکھنؤ میں امنڈ پڑا اور جس اتحاد و اجتماعیت کا مظاہرہ کیا اس سے ملت کی اتحادی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس موقع پر اہل لکھنؤ نے جس قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا اس سے علمائے کرام کو بہت اطمینان ہوا کہ تحفظ شریعت اور اتحاد ملت کی خاطر آج بھی اس ادب و تہذیب کے شہر لکھنؤ اور اودھ کے قصبات میں مسلمانوں کے دل ایمانی جذبات سے لبریز ہیں۔

☆ اجلاس کی تیاری بڑی دھوم دھام سے کی گئی تھی، ہر کٹڑ اور ہر موڑ پر استقبالیہ بیئر لگائے گئے تھے، عید گاہ کے قریب مختلف پارکوں میں پارکنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔

☆ اجلاس عام میں جملہ مسالک کے علماء نے مسلمانوں سے لڑکیوں کو جائیداد میں حق دینے، جہیز اور طلاق جیسی سماجی برائیوں سے دور رہنے کی اپیل کی

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN PERFUMERS

EXPORTERS & IMPORTERS

Tayyab Shamama	ملیب شاماما
Shamama Abid Special	شاماما عابد اسپیشل
Amber Abid	عبر عابد
Mushk Amber	مشک عابر
Attar Hena	عطر حنا
Attar Gulab	عطر گلاب
Attar Keora	عطر کیوڑہ
Attar Motia	عطر موتیا
Attar Zafran	عطر زعفران
Rooh Khus	روح خش
Jannatul Firdaus	جنت الفردوس
Majmua	مجموعہ



Kannauj-209725 (U.P.)

Tel : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

Magbool Mian
Jewellers

مقبول میان جوئیئرس

Jutay Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9959069081-9919089014

Mohd. Zubair 0522-2618629
Mohd. Salman 09415028247
09919091462

Sahara
FOOTWEAR

35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-8

پر وپرائز : ولی اللہ

ولی اللہ جوئیئرس

WALIULLAH
JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com

Jutey Wali Gali, Aminabad,
Lucknow.

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں



ممبئی کے قارئین "قیرمیاں" سے گزارش ہے کہ "قیرمیاں" کے سلسلے میں رقم جمع کرنے اور خریدنے کے سلسلے میں دہلی کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle

Ph: 23460220-23468708

CAFE FIRDOS

Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Contact: Mr. M. Akbar 9919090801
Mr. M. Salman 9415028247
Mr. Zeehan 9919091462

ریڈی سیٹ مردانہ منیوساٹ کا قابل اعتماد مرکز
اصلی کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullovers,
Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.

شادی بیاہ، تیج ہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، بشرف لائیں قابل بھروسہ برانڈ

menmark

MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasi Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

ہوا ہوا اور کبھی ہوا بھی تو تحریک ندوۃ العلماء ہی کے پلیٹ فارم پر۔

☆- یہ چند خصوصی اور غیر معمولی پہلو تھے جو ایک نظر میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

☆- اس پورے جلسہ میں اس کا کھل کر مشاہدہ ہوا کہ کسی چشم نم، نفس گرم اور بے چین و بے کل دل کی دعا ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ رب کریم کے سامنے

اجلاس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے، اور یہ امر واقعہ ہے اس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں کہ خالق و رازق پر اعتماد کلی اور اس کے در رحمت پر جبہ سائی وہ "شاہ کلید" ہے جس سے ہر قفل کھل جاتا ہے، ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے بے گانہ ریگانہ اور دشمن دوست بن جاتے ہیں اور بلا اسباب کے غیب سے مدد ہوتی ہے۔

☆- اس کھلی مدد کے ضمن میں اس بات کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ بعض حضرات (جن میں ندوہ کے بعض اساتذہ بھی شامل تھے) اجلاس کی بیداری

مہم کے سلسلہ میں ایک جلسہ میں شریک ہونے جارہے تھے کہ ان کی گاڑی ایک درخت سے ٹکرا کر کئی بار پلٹتے ہوئے ایک کھڈ میں جا گری لیکن الحمد للہ کسی کو بھی معمولی خراش کے علاوہ کوئی گہرا زخم نہیں آیا۔

☆- اسی طرح ذمہ داران و خدمت گزاران میں باہمی اعتماد اور اخوت و بھائی چارہ کا وہ بے کراں جذبہ رہا جو اجلاس کے تینوں دن ایک وسیع شامیانہ کی طرح سب پر محیط اور سایہ لگن رہا۔

☆- اجلاس سے واپسی کے بعد ارکان بورڈ اور مہمانوں کے برابر فون آتے رہے کہ ندوہ کی انتظامیہ اساتذہ اور طلبہ نے خدمت گزاری، سلیقہ شعاری اور سعادت مندی کی جو مثال قائم کی، اس کا جواب نہیں۔

☆- اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اس کے دور رس اثرات مرتب فرمائے اور ملت اسلامیہ ہندیہ کے اس معتبر ترین متاع گراں مایہ کو ہر طرح کے شرور و فتن اور نظر بد سے محفوظ رکھے

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، جلسہ عام میں نظم و نسق اور سیکورٹی کا اکثر کام جماعت و دعوت و تبلیغ کے ساتھیوں نے انجام دیا، اور خاص طور پر جب بورڈ کے صدر عالی وقار کی گاڑی اسٹیج کے پاس پہنچی تو لاکھوں کا مجمع اپنی نشستوں کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور ہر طرف بحیرہ کی صدا سے فضا گونج اٹھی۔

☆- کوئی اختلافی بات جس سے بد مزگی پیدا ہو سکتی ان پورے تینوں دنوں میں کسی بھی سطح پر نظر نہیں آئی اگر کوئی اختلاف تھا تو وہ اختلاف امتی رحمة کی بنیاد پر رحمت بن کر ماحول پر سایہ لگن رہا۔

☆- لکھنؤ کے مسلمانوں نے جس تعلق و دلچسپی اور یگانگت اور محبت کا اس موقع پر ثبوت دیا وہ تحریک خلافت یا خود تحریک ندوہ کے ابتدائی سالوں اور اسکے پچاسی سالہ جشن تعلیمی اور تاریخ ساز متعدد کانفرنسوں کے بعد پہلا مظاہرہ اور تجربہ تھا۔ جلسہ عام میں دور دراز علاقوں سے شریک ہونے والوں کا اہل لکھنؤ نے جس گرم جوشی اور فراخ دلی اور سخاوت قلبی کے ساتھ استقبال کیا وہ برسوں یاد رکھا جائے گا۔ اس موقع پر لکھنؤ کے مسلمانوں نے خورد و نوش کی اشیاء (پانی، شربت، فروٹ، کھانے کے پیکٹ اور چائے وغیرہ) اس کثیر مقدار میں جمع کئے تھے کہ اتنے بڑے مجمع کو تقسیم کرنے کے بعد بھی کھانے پینے کے سامان بچ گئے۔ اور یہ منظر صرف جلسہ گاہ کا نہیں تھا بلکہ لکھنؤ کے ہر موڑ پر جلسہ میں شریک ہونے والے مہمانوں کا جس گرم جوشی اور دلہانہ جذبہ سے اہل لکھنؤ نے خیر مقدم کیا وہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

☆- اس بے نظیر استقبال میں شہر لکھنؤ کی تمام تنظیموں نے مکمل ساتھ دیا اور سبھیوں کا تعاون شامل رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے اپنے تجارتی ادارے بند رکھے اور ۲۱ مارچ کو اتوار کا دن ہونے کے باوجود

نفاذ کا بازار پوری طرح سے بند رہا۔ حتیٰ کہ عید گاہ کے چاروں طرف کے غیر مسلم دوکانداروں نے اپنی دوکانیں بند کر کے جلسہ کے انتظامات میں حصہ لیا۔

☆- مختلف مکاتب خیال کا ایسا نمائندہ اجتماع بھی شاید اس سے قبل کسی ادارہ کے ماتحت نہ

ہوا، اجلاس میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے اسلامی بینکوں کا قیام، اکثریتی اضلاع میں اقلیتی طلباء کے لئے الگ سے اسکولوں کا انتظام اور لبرل این کیشن رپورٹ کے مطابق فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

☆- اجلاس کے اختتام تک پہنچنے کے بعد رخصت ہونے سے قبل ایک عمومی نظر ڈالنے اور یہ دیکھنے کہ وہ کیا خاص پہلو ہیں جو اکثر عام جلسوں اور کانفرنسوں میں نہیں نظر نہیں آتے۔

☆- سب سے پہلی اور خاص بات وہ حیرت انگیز اور غیر معمولی سکون و خاموشی، نظم و ضبط، اطاعت و ڈیپن اور باہمی اخوت و محبت کی فضا تھی جو اجلاس کے تینوں دن یکساں طور پر قائم رہی۔

☆- کسی نشست میں تعداد کم نظر نہیں آئی، اور نہ یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ حضرات جلدی تشریف لائیں یا خاموشی کے ساتھ بیٹھیں، باتیں نہ کریں، ایک خصوصی نشست میں صدر بورڈ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں جتنی بڑی تعداد میں حضرات ارکان اور مدعوین خصوصی شریک ہوئے اتنی بڑی تعداد میں کم ہی جلسوں میں شریک ہوئے ہیں۔

☆- لاؤڈ اسپیکر نے بھی (جو بہتر سے بہتر انتظام کے باوجود کسی نہ کسی موقع پر ضرور دھوکہ دیتا ہے) اس موقع پر پوری وفاداری یا تابعداری کا ثبوت دیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری مدت میں گڑبڑ ہونا یا فٹل ہونا تو کچھ اس نے سانس بھی نہیں لی، اور جلسہ عام میں تو اتنی کثیر تعداد تھی مگر ہر طرح مانگ نے ساتھ دیا اور اطمینان سے تقریر کرتے رہے اور اسپیکر رفاقت کا حق ادا کرتا رہا۔

☆- بجلی جس کی طرف سے آج کل کسی وقت بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس نے پورا ساتھ دیا، اور پھر پورے تعاون کیا چنانچہ ایک بار بھی بجلی ٹپل نہیں ہوئی۔

☆- ندوہ کے گیٹ کے پاس تھوڑی تعداد میں اور عید گاہ ہمیش باغ میں بڑی تعداد میں پولیس والے جمع تھے، لیکن ان کو کسی طرح کی دخل اندازی

اجلاس پر ایک عمومی نظر

☆- اجلاس کے اختتام تک پہنچنے کے بعد رخصت ہونے سے قبل ایک عمومی نظر ڈالنے اور یہ دیکھنے کہ وہ کیا خاص پہلو ہیں جو اکثر عام جلسوں اور کانفرنسوں میں نہیں نظر نہیں آتے۔

☆- سب سے پہلی اور خاص بات وہ حیرت انگیز اور غیر معمولی سکون و خاموشی، نظم و ضبط، اطاعت و ڈیپن اور باہمی اخوت و محبت کی فضا تھی جو اجلاس کے تینوں دن یکساں طور پر قائم رہی۔

☆- کسی نشست میں تعداد کم نظر نہیں آئی، اور نہ یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ حضرات جلدی تشریف لائیں یا خاموشی کے ساتھ بیٹھیں، باتیں نہ کریں، ایک خصوصی نشست میں صدر بورڈ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں جتنی بڑی تعداد میں حضرات ارکان اور مدعوین خصوصی شریک ہوئے اتنی بڑی تعداد میں کم ہی جلسوں میں شریک ہوئے ہیں۔

☆- لاؤڈ اسپیکر نے بھی (جو بہتر سے بہتر انتظام کے باوجود کسی نہ کسی موقع پر ضرور دھوکہ دیتا ہے) اس موقع پر پوری وفاداری یا تابعداری کا ثبوت دیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری مدت میں گڑبڑ ہونا یا فٹل ہونا تو کچھ اس نے سانس بھی نہیں لی، اور جلسہ عام میں تو اتنی کثیر تعداد تھی مگر ہر طرح مانگ نے ساتھ دیا اور اطمینان سے تقریر کرتے رہے اور اسپیکر رفاقت کا حق ادا کرتا رہا۔

☆- بجلی جس کی طرف سے آج کل کسی وقت بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس نے پورا ساتھ دیا، اور پھر پورے تعاون کیا چنانچہ ایک بار بھی بجلی ٹپل نہیں ہوئی۔

☆- ندوہ کے گیٹ کے پاس تھوڑی تعداد میں اور عید گاہ ہمیش باغ میں بڑی تعداد میں پولیس والے جمع تھے، لیکن ان کو کسی طرح کی دخل اندازی

اجلاس پر ایک عمومی نظر

☆- اجلاس کے اختتام تک پہنچنے کے بعد رخصت ہونے سے قبل ایک عمومی نظر ڈالنے اور یہ دیکھنے کہ وہ کیا خاص پہلو ہیں جو اکثر عام جلسوں اور کانفرنسوں میں نہیں نظر نہیں آتے۔

☆- سب سے پہلی اور خاص بات وہ حیرت انگیز اور غیر معمولی سکون و خاموشی، نظم و ضبط، اطاعت و ڈیپن اور باہمی اخوت و محبت کی فضا تھی جو اجلاس کے تینوں دن یکساں طور پر قائم رہی۔

☆- کسی نشست میں تعداد کم نظر نہیں آئی، اور نہ یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ حضرات جلدی تشریف لائیں یا خاموشی کے ساتھ بیٹھیں، باتیں نہ کریں، ایک خصوصی نشست میں صدر بورڈ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں جتنی بڑی تعداد میں حضرات ارکان اور مدعوین خصوصی شریک ہوئے اتنی بڑی تعداد میں کم ہی جلسوں میں شریک ہوئے ہیں۔

☆- لاؤڈ اسپیکر نے بھی (جو بہتر سے بہتر انتظام کے باوجود کسی نہ کسی موقع پر ضرور دھوکہ دیتا ہے) اس موقع پر پوری وفاداری یا تابعداری کا ثبوت دیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری مدت میں گڑبڑ ہونا یا فٹل ہونا تو کچھ اس نے سانس بھی نہیں لی، اور جلسہ عام میں تو اتنی کثیر تعداد تھی مگر ہر طرح مانگ نے ساتھ دیا اور اطمینان سے تقریر کرتے رہے اور اسپیکر رفاقت کا حق ادا کرتا رہا۔

☆- بجلی جس کی طرف سے آج کل کسی وقت بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس نے پورا ساتھ دیا، اور پھر پورے تعاون کیا چنانچہ ایک بار بھی بجلی ٹپل نہیں ہوئی۔

☆- ندوہ کے گیٹ کے پاس تھوڑی تعداد میں اور عید گاہ ہمیش باغ میں بڑی تعداد میں پولیس والے جمع تھے، لیکن ان کو کسی طرح کی دخل اندازی

اجلاس پر ایک عمومی نظر

☆- اجلاس کے اختتام تک پہنچنے کے بعد رخصت ہونے سے قبل ایک عمومی نظر ڈالنے اور یہ دیکھنے کہ وہ کیا خاص پہلو ہیں جو اکثر عام جلسوں اور کانفرنسوں میں نہیں نظر نہیں آتے۔

☆- سب سے پہلی اور خاص بات وہ حیرت انگیز اور غیر معمولی سکون و خاموشی، نظم و ضبط، اطاعت و ڈیپن اور باہمی اخوت و محبت کی فضا تھی جو اجلاس کے تینوں دن یکساں طور پر قائم رہی۔

☆- کسی نشست میں تعداد کم نظر نہیں آئی، اور نہ یہ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ آپ حضرات جلدی تشریف لائیں یا خاموشی کے ساتھ بیٹھیں، باتیں نہ کریں، ایک خصوصی نشست میں صدر بورڈ نے فرمایا کہ اس جلسہ میں جتنی بڑی تعداد میں حضرات ارکان اور مدعوین خصوصی شریک ہوئے اتنی بڑی تعداد میں کم ہی جلسوں میں شریک ہوئے ہیں۔

☆- لاؤڈ اسپیکر نے بھی (جو بہتر سے بہتر انتظام کے باوجود کسی نہ کسی موقع پر ضرور دھوکہ دیتا ہے) اس موقع پر پوری وفاداری یا تابعداری کا ثبوت دیا اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری مدت میں گڑبڑ ہونا یا فٹل ہونا تو کچھ اس نے سانس بھی نہیں لی، اور جلسہ عام میں تو اتنی کثیر تعداد تھی مگر ہر طرح مانگ نے ساتھ دیا اور اطمینان سے تقریر کرتے رہے اور اسپیکر رفاقت کا حق ادا کرتا رہا۔